ماہنامہ

اهل السنة

Ahl Us Sunnah

اتباع الكتاب والسنة بفهم سلف الأمة

October 2021

اکتوبر ۲۰۲۱ء

- حسینی اور یزیدی تقسیم
- دلوں کے بگاڑ کے اسباب
- ضلالت ودہریت کی خوگر شاعری
- تعریف میں غلو اور مبالغہ آرائی کا بڑھتا ہوا رجحان

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی **117** نائب ایڈیٹر: خلیل الرحمٰن سنابلی

مولانا آزاد کی ایک تقریر

’’میں مسلمان ہوں اور فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں کہ مسلمان ہوں، اسلام کی تیرہ سو برس کی شاندار روایتیں میرے ورثہ میں آئی ہیں، میں تیار نہیں کہ اس چھوٹے سے چھوٹا حصہ بھی ضائع ہونے دوں۔ اسلام کی تعلیم، اسلام کی تاریخ، اسلام کے علوم وفنون، اسلام کی تہذیب میری دولت کا سرمایہ ہے اور میرا فرض ہے کہ اس کی حفاظت کروں، بحیثیت مسلمان ہونے کے میں مذہبی اور کلچرل دائرے میں ایک خاص ہستی رکھتا ہوں، اور میں برداشت نہیں کر سکتا کہ اس میں کوئی مداخلت کرے، لیکن ان تمام احساسات کے ساتھ میں ایک اور احساس بھی رکھتا ہوں، اسلام کی روح مجھے اس سے نہیں روکتی، وہ اس راہ میں میری رہنمائی کرتی ہے، میں فخر کے ساتھ محسوس کرتا ہوں میں ہندوستانی ہوں، میں ہندوستان کی ایک اور ناقابل تقسیم متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوں جس کے بغیر اس کی عظمت کا ہیکل ادھورا رہ جاتا ہے، میں اس کی تکوین کا ایک گزیر عامل ہوں، میں اس دعویٰ سے کبھی دست بردار نہیں ہوسکتا‘‘۔ (خطبات آزاد مرتبہ شورش کاشمیری)

Ahlus Sunnah Volume No.9, Issue No.117, October 2021

جلد: ۹ | فی شمارہ -/Rs. 30
شمارہ: ۱۱۷ | سالانہ -/Rs. 300

اکتوبر ۲۰۲۱ء

ماہنامہ

اھل السنۃ
Ahlus Sunnah

سرپرست : رضاءاللہ عبدالکریم مدنی — نگراں : عبدالشکور عبدالحق مدنی

ایڈیٹر: کفایت اللہ سنابلی
رابطہ نمبر: 8657458182

نائب ایڈیٹر : خلیل الرحمٰن سنابلی
رابطہ نمبر: 8291063765

معاونین : ابوالبیان رفعت سلفی • حافظ امتیاز احمد رحمانی

فورمیٹنگ : شفیق احمد محمد عدیل محمدی • گرافک ڈیزائنر : طارق بن عبدالرحیم شیخ

سی،ای،او : زید خالد پٹیل

مجلس مشاورت

• شیخ محفوظ الرحمٰن فیضی • دکتور عبید الرحمٰن مدنی • شیخ نورالحسن مدنی • شیخ محمد جعفر الہندی

نوٹ : اپنے مضامین کی اشاعت، مفید مشوروں اور میگزین ممبر شپ کے لیے اوپر دیئے گئے نمبرات پر رابطہ کریں۔

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Bank Details: • Current Account : ICICI Bank • Account Name : Ahl us Sunnah
A/c No:102805001781 • IFSC Code : ICIC0001028 • Andheri Link Road Branch

Add:Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph. : 8080807836

Website : http://ahlussunnah.net | Email: ahlussunnah.m@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road, Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل السنۃ

Ahlus Sunnah

اتباع الکتاب والسنۃ بفہم سلف الأمۃ

حسینی اور یزیدی تقسیم	ایڈیٹر	05
دلوں کے بگاڑ کے اسباب	حافظ خلیل الرحمٰن سنابلی	07
کتاب (یزید بن معاویہ۔۔۔) کا جواب اور اس کی حقیقت (۱)	کفایت اللہ سنابلی	10
ضلالت و دہریت کی خوگر شاعری	رشید سمیع سلفی	14
تعریف میں غلو اور مبالغہ آرائی کا بڑھتا ہوا رجحان	جمیل احمد ضمیر مدنی	18
کامیابی کی کنجی: محنت یا سستی؟	عتیق الرحمٰن سلفی	22
اسلام میں خطبہ جمعہ کی اہمیت	ابو البیان رفعت سلفی	28
تکبر و تعلّی ایک مذموم خصلت	محمد محب اللہ محمدی	34
نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد، مٹی دینے سے دو قیراط کا ثواب نہیں ملتا	حافظ اکبر علی اختر علی سلفی	38
صلہ رحمی (قرابت داروں کے حقوق)	ترجمانی رضوان اللہ عبد الرؤف سراجی	40

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

اداریہ

حسینی اور یزیدی تقسیم

ایڈیٹر

حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف صحابیٔ رسول بلکہ رسول اکرم ﷺ کے نواسے بھی ہیں، آپ کی فضیلت میں کئی صحیح احادیث وارد ہیں، آج کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہے جو حسین رضی اللہ عنہ سے بغض ونفرت کا اظہار کرتا ہو، بلکہ تمام مسلمان ان سے حد درجہ محبت کرتے اور والہانہ عقیدت رکھتے ہیں۔

جہاں تک یزید بن معاویہ کا معاملہ ہے تو آج اہل سنت میں کوئی بھی اسے نہ تو صحابی شمار کرتا ہے اور نہ ہی اولیاء اللہ اور بزرگ ترین لوگوں میں شمار کرتا ہے، چونکہ روافض اسے نہ صرف شرابی وزانی اور حد درجہ فاسق وفاجر بلکہ کافر ومرتد اور دین اسلام کا دشمن قرار دیتے ہیں۔ اور پھر اسی کے سہارے معاویہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کردارکشی کرتے ہیں، اس لیے اہل سنت کے افراد اس پہلو سے اس کا دفاع کرتے ہیں۔

اس دفاع کا مقصد صرف اور صرف یزید پر لگائے گئے بے بنیاد الزامات کی تردید ہے، تاکہ اسے زینہ بنا کر روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی کردارکشی نہ کرسکیں۔

اس دفاع کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ یزید کو حسین رضی اللہ عنہ سے معاذ اللہ بہتر قرار دیا جارہا ہے یا یزید کو حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کھڑا کیا جارہا ہے، بھلا حسین رضی اللہ عنہ کا یزید سے کیا مقابلہ!

لیکن روافض اور اہل تشیع یہی تاثر دیتے ہیں کہ کسی بھی معنیٰ میں یزید کا دفاع حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور ان سے بغض ونفرت کی علامت اور ناصبیت ہے۔ پھر یہ لوگ حسینی اور یزیدی کے نام سے گروہ بندی کرتے ہیں۔ اور اب ان لوگوں نے اس بات پر پوری قوت صرف کردی ہے کہ اہل سنت کو حسینی اور یزیدی گروہ بندی میں تقسیم کردیا جائے۔

لیکن اہل سنت کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کے بیچ کبھی بھی یہ تقسیم نہیں رہی ہے، اہل سنت کے بعض علماء نے یزید کا حد درجہ دفاع کیا ہے جیسے امام عبدالمغیث رحمہ اللہ اور بعض نے یزید کی حد درجہ مذمت کی ہے جیسے امام ابن الجوزی رحمہ اللہ، اس کے باوجود بھی ان دونوں علماء میں کسی نے اپنے مخالف کو حسینی یا یزیدی نہیں کہا اور نہ امت کے دیگر علماء نے ان دونوں میں سے کسی کو حسینی اور یزیدی کہا۔

دراصل شخصیت کے نام پر عصبیت کو ہوا دے کر اس طرح کی گروہ بندی کی شرعاً کوئی گنجائش ہی نہیں ہے، اللہ کے

نبی ﷺ نے فضل وشرف میں نمایاں کرنے کے لیے بعض صحابۂ کرام کو انصار کا لقب دیا اور بعض کو مہاجرین کا، لیکن ایک موقعہ سے جب ان دونوں گروہوں میں سے بعض نے یہ نام استعمال کر کے عصبیت کا اظہار کیا تو اللہ کے نبی ﷺ سخت ناراض ہوئے اور اسے جاہلیت کی پکار سے تعبیر کیا۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ، وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ ، وَابْنُ أَبِي عُمَرَ وَاللَّفْظُ لِابْنِ أَبِي شَيْبَةَ، قَالَ ابْنُ عَبْدَةَ:أَخْبَرَنَا، وقَالَ الْآخَرُونَ:حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ ، قَالَ:سَمِعَ عَمْرٌو جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ، يَقُولُ:"كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي غَزَاةٍ، فَكَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ الْأَنْصَارِيّ:يَا لَلْأَنْصَارِ، وَقَالَ الْمُهَاجِرِيُّ:يَا لَلْمُهَاجِرِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟ قَالُوا:يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَسَعَ رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ، فَقَالَ:دَعُوهَا فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ"

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں تھے تو ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا (ہاتھ سے یا تلوار سے) انصاری نے آواز دی: اے انصار! دوڑو۔ اور مہاجر نے آواز دی، اے مہاجرین! دوڑو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ تو جاہلیت کا سا پکارنا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک مہاجر نے ایک انصاری کی سرین پر مارا، آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑو اس بات کو یہ گندی بات ہے۔[صحیح مسلم: ۲۵۸۴]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ علی رضی اللہ عنہ کی ملت پر ہیں؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نہ علی رضی اللہ عنہ کی ملت پر ہوں، نہ عثمان رضی اللہ عنہ کی ملت پر ہوں بلکہ میں تو اللہ کے نبی ﷺ کی ملت پر ہوں۔[مصنف عبدالرزاق: ۲۵۶/۹ بسند صحیح]

ان روایات سے صاف ظاہر ہے کہ کسی بھی شخصیت کے نام پر عصبیت کو ہوا دینا اور امت مسلمہ میں گروہ بندی کرنا یہ قطعاً جائز نہیں ہے، جب عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے نام پر گروہ بندی نہیں کی جاسکتی تو حسین رضی اللہ عنہ اور یزید بن معاویہ کے نام پر گروہ بندی کی گنجائش کیونکر ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اہل سنت کو چاہیے کہ روافض کے جال میں نہ پھنسیں اور اہل سنت کے مابین حسینی اور یزیدی تقسیم کی بدعت قطعاً نہ پنپنے دیں۔ یہی اسلام کی تعلیم ہے، یہی سلف کا منہج ہے اور اسی میں امت مسلمہ کی بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت پر چلائے اور ہر طرح کی بدعات وخرافات سے محفوظ رکھے آمین۔

دلوں کے بگاڑ کے اسباب

حافظ خلیل الرحمن سنابلی

انسانی جسم اور زندگی میں دل کی بڑی اہمیت ہے، انسان کے اچھے یا برے ہونے کا انحصار دل کی اچھائی یا خرابی پر ہی ہوتا ہے، اسی لیے پیارے رسول ﷺ نے ایک حدیث کے اندر فرمایا:

" أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ "

''کہ سنو! انسانی جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے، جب وہ ٹھیک ہوتا ہے تو پورا جسم ٹھیک رہتا ہے لیکن جب وہ بگڑ جاتا ہے تو پورا انسانی جسم بگاڑ کا شکار ہو جاتا ہے، اور سنو! وہ ٹکڑا دل ہے'' [صحیح بخاری:۵۲]

اور دل کی اہمیت مزید حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا سے واضح ہوتی ہے جب انہوں نے مختلف دعائیں مانگتے ہوئے اللہ سے یہ دعا بھی کی:

''وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ يَوْمَ لَا يَنفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ''

''اور تو مجھے قیامت کے دن رسوانہ کرنا کہ جس دن مال واولاد فائدہ نہیں دے گی سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم لے کر آئے'' [الشعراء:۸۷-۸۹]

اسی لیے انسان کو ہمیشہ اپنے دل کی سلامتی کی فکر کرنا چاہیے اور ان اعمال واقوال کو اختیار کرنا چاہیے جن سے قلب سالم ہوتا ہے اور ایسے تمام اعمال اور باتوں سے بچنا چاہیے جو قلب کو فساد اور بگاڑ میں مبتلا کر دیں، اور یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ کسی بھی خیر کے کام سے دل سالم ہوتا ہے، لیکن زیر نظر مضمون میں ہم قلب سلیم بنانے کے طریقے کے بجائے چند ایسی خرابیوں اور برائیوں کی طرف توجہ دلا رہے ہیں کہ جو دلوں کے فساد اور بگاڑ کے بڑے اسباب میں سے ہیں اور یقیناً اگر انسان ان سے بچ جائے تو اس کا دل مستقیم اور سالم ہو جائے گا۔

۱۔ **توبہ کی امید پر گناہ کرنا:** اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر انسان خطا کار ہے گنہگار ہے، گناہ ہو جاتے ہیں اور انسان جان بوجھ کر بھی گناہ کر لیتا ہے، لیکن آج معاشرے میں بہت سے مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ وہ توبہ کی امید پر گناہ کرتے ہیں، گناہ پر گناہ کرتے جا رہے ہیں اور ذہن یہ بنا رکھا ہے کہ آج نہیں تو کل توبہ کر لیں گے، اللہ بہت بخشنے والا رحم کرنے والا ہے، اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس عمل سے رفتہ رفتہ ان کا دل سخت ہوتا چلا جاتا ہے پھر وہ گناہ کے سفر میں اتنا

آ گے نکل جاتے ہیں کہ انہیں بڑا گناہ بھی معمولی نظر آ تا ہے اور پھر ایک دن یہ امید صرف امید بن کر ہمیشہ کے لیے باقی رہ جاتی ہے اور انسان اس دنیا کو چھوڑ کر کبھی نہ ختم ہونے والے سفر پر نکل جاتا ہے جہاں کوئی عمل نہیں، جہاں کوئی توبہ نہیں جہاں سے واپسی کا کوئی راستہ نہیں ملتا۔

۲۔ **علم حاصل کرنا لیکن اس کے مطابق عمل نہ کرنا:** علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے، لیکن سیکھے ہوئے علم کے مطابق عمل بھی کرنا ضروری ہے، ورنہ قیامت کے دن تو سوال ہوگا ہی کہ "**ماذا عمل فیما علم**" "کہ جو سیکھا اس پر کتنا عمل کیا، یہاں دنیا میں بھی اس کا نقصان ہوگا کہ علم کے مطابق عمل نہ کرنے پر انسانی دل بگاڑ کا شکار ہو جائے گا، آج دیکھیں علم کی بہتات ہے، علم سیکھنے والوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے لیکن عمل کا میدان خالی نظر آ تا ہے اور جب یہ سلسلہ شروع ہو جائے تو لوگوں کے دل بگاڑ اور فساد میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں، نتیجہ سب کے سامنے ہے۔

۳۔ **عمل کرنا لیکن اس میں اخلاص شامل نہ کرنا:** بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ علم بھی ہے اور علم کے مطابق عمل بھی ہے لیکن اس کے باوجود ان کے دل سالم نہیں ہیں، ان میں مختلف طرح کی خرابیاں ہیں، وجہ؟ عمل کے اندر اخلاص وللّٰہیت کا فقدان ہے، جب عبادت کا کوئی بھی کام ایک شخص اللہ کی بجائے غیر اللہ کے لیے یا کسی کو خوش کرنے کی خاطر کرنے لگے تو اس کے اس عمل کا فائدہ کے بجائے نقصان نظر آئے گا اور سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کا دل بگاڑ کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

۴۔ **اللہ کی نعمتوں میں ہونے کے باوجود شکر ادا نہ کرنا:** رب کی نعمتیں بہت ہیں، انسانی زندگی مکمل طور سے رب کی نعمتوں سے گھری ہوئی ہے، انسان کا کام یہ ہے کہ ان تمام نعمتوں پر رب کا شکر ادا کرتا رہے، عمل سے، زبان سے یا کسی اور ممکنہ طریقے سے، مگر جب انسان ملنے والی نعمتوں کا غلط استعمال کرنے لگے، یا ان کی ناقدری کرے یا ان پر شکر ادا نہ کرے تو جہاں ناشکری کی وجہ سے اس پر الگ الگ طرح کی پریشانیاں آتی ہیں وہیں اس کا ایک بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ اس کے دل کو سلامتی کے راستے سے کسی اور طرف موڑ دیا جاتا ہے اور وہ بگڑ کر رہ جاتا ہے، ویسے بھی اللہ نے کہا ہے کہ:

﴿وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ﴾

"اور اگر تم نے ناشکری کیا تو بے شک میرا عذاب بہت سخت ہے" [ابراھیم:۷]

۵۔ **اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر پر راضی نہ ہونا:** انسانی زندگی میں ہونے والے تمام معاملات اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر نہیں ہوتے، ہر چیز اللہ کے علم میں بھی ہوتی ہے، ہمارے ساتھ کیا ہو رہا ہے کیا ہونے والا ہے سب اللہ کو معلوم

ہوتا ہے، خوشی اور غم ہر شخص کی زندگی کا حصہ ہے، اسے اللہ کا فیصلہ سمجھ کر قبول کرنے میں ہی خیر ہے، اسی لیے پیارے رسول ﷺ نے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَکُنْ أَغْنَى النَّاسِ ''

''اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لیے تقسیم کر دیا ہے اس پر راضی رہو، تم سب سے زیادہ بے نیاز ہو جاؤ گے'' [سنن ترمذی: ٢٣٠٥، حسن]

لیکن اس کے برخلاف اگر انسان اپنی تقدیر اور اللہ کے فیصلے پر راضی نہ رہے تو نتیجتاً وہ گمراہی اور بدبختی کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا دل فتنہ وفساد اور بگاڑ کے راستے پر نکل جاتا ہے۔

٦۔ **مرجانے والوں کی موت سے کوئی عبرت اور نصیحت حاصل نہ کرنا:** موت ایک بہترین استاد ہے، ایک پر اثر پیغام ہے، ایک خاموش نصیحت ہے جو کسی بھی انسان کو جھنجھوڑ کر رکھ دینے کے لیے کافی ہے لیکن اس شخص کے لیے جو نصیحت قبول کرنا چاہے، جو موت کو یاد کرے، جو کسی کی موت سے سبق حاصل کرنے کی کوشش کرے، اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے کہا تھا:

''أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ. يَعْنِي الْمَوْتَ ''

''یعنی لذتوں کو توڑ دینے والی چیز موت کو کثرت سے یاد کرو'' [سنن ترمذی: ٢٣٠٧، حسن صحیح]

مگر افسوس کہ آج ہم انسان موت سے بے خبر ہیں، موت کو یاد نہیں کرتے، بلکہ اپنے ہی ہاتھوں سے کسی مرجانے والے کو قبر اور مٹی کے حوالے کرنے کے باوجود ہم کوئی عبرت اور نصیحت حاصل نہیں کرتے، اور اسی بنا پر ہمارے قلوب بگڑ کر رہ چکے ہیں کہ بڑے بڑے حادثات کا بھی ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

محترم قارئین! یہ وہ چھ بنیادی اسباب ہیں کہ جن کی وجہ سے کوئی بھی انسانی دل بگاڑ میں مبتلا ہو جاتا ہے، مزید اور بھی کچھ اسباب ہو سکتے ہیں لیکن یہ چھ بڑے اسباب ہیں، انہیں جان لینے کے بعد ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم قلب سلیم کے مالک بنیں، ان تمام چیزوں سے دور رہیں جو ہمارے دل کو بگاڑ کے راستے پر لے جاتے ہیں، رب کے بتائے ہوئے راستے پر رہیں، وہ کام کرتے رہیں جن کی اجازت ہے اور ان تمام چیزوں سے دور رہیں جو دنیا و آخرت میں ہمارے لیے کسی بھی نقصان کا باعث بن سکیں اور یہ بات یاد رکھیں کہ آخرت میں صرف نجات اس شخص کو ملنے والی ہے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر جائے گا تو قلب سلیم بنانے کی فکر میں لگ جائیں تاکہ نجات آپ کا مقدر بن جائے۔

اللہ ہم سبھی کو قلب سلیم کا مالک بنائے اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی جانب موڑ دے۔ آمین

(۱)

کتاب (یزید بن معاویہ۔۔۔) کا جواب اور اس کی حقیقت

تبصرہ: کفایت اللہ سنابلی

''یزید بن معاویہ پر الزامات کا تحقیقی جائزہ'' نامی ہماری کتاب ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئی تھی، پھر کچھ ہی ماہ بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا، اس کے بعد ہم نے ارادہ کیا کہ اس کا اگلا ایڈیشن تین سال بعد شائع کریں گے اور اس دوران کتاب پر وارد اعتراضات کا جائزہ بھی لے لیا جائے گا۔ لیکن تین سال گزرنے کے بعد بھی ہم نے اس کا اگلا ایڈیشن شائع نہیں کیا کیونکہ بعض لوگ یہ خبر دے رہے تھے کہ اس کا مفصل جواب آ رہا ہے، بالخصوص عمر صدیق صاحب کی طرف سے بہت زور وشور کے ساتھ یہ بات عام کی جارہی تھی، اس لیے ہم نے اس کی اگلی اشاعت ملتوی کردی کہ یہ جوابِ موعود آ جائے اس کے بعد اعتراضات کے جوابات کے ساتھ اسے شائع کرتے ہیں۔

لیکن اس انتظار میں مزید کئی سال گزر گئے بالآخر ہماری کتاب کی اشاعت کے چھ سال بعد ایک کتاب (یزید بن معاویہ کی شخصیت) چھپتی ہے اور عمر صدیق صاحب کا یہ دعویٰ سامنے آتا ہے کہ ہماری کتاب کے جس جواب کا انتظار تھا وہ جواب آچکا ہے۔

ہم نے یہ کتاب منگوائی تو یہ حقیقت سامنے آئی کہ اس کتاب کو ہماری کتاب کا جواب کہنا محض ایک دعویٰ ہے اور سچائی کچھ اور ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) اس کتاب کے نام میں یا ٹائٹل پر کہیں یہ نہیں لکھا ہوا ہے کہ یہ ہماری کتاب کا جواب ہے۔ ہاں کتاب چھپنے کے بعد نام کے نیچے ایک اسٹیکر بنوا کر چپکا دیا گیا ہے۔ جس پر لکھا ہے: سنابلی صاحب کے شبہات کا ازالہ

عمر صدیق صاحب نے اپنی وال پر جو صفحہ پیش کیا وہ صفحہ اس کتاب کا ہے ہی نہیں بلکہ اسے بعد میں ڈیزائن کر کے نشر کیا گیا ہے۔

(۲) کسی بھی کتاب کا مواد کیا ہے؟ اور اس کا مقصد تالیف کیا ہے؟ اس کی وضاحت مؤلف کی طرف سے کتاب کے شروع میں ہوتی ہے۔ لیکن اس کتاب کے شروع میں ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس میں یہ لکھا ہو کہ اس میں ہماری کتاب کا جواب دیا جائے گا۔

(۳) کتاب کے اخیر میں مؤلف کی طرف سے اختتامِ تالیف کی تاریخ ۱۴۳۳ھ یعنی ہجری تاریخ درج ہے۔ مطلب عیسوی تاریخ کے حساب سے یہ سن ۲۰۱۲ء کی تالیف ہے۔

یعنی یہ کتاب تقریباً دس سال قبل لکھی گئی ہے اور اس وقت ہماری کتاب کی طباعت تو دور کی بات اس کی تالیف بھی

عمل میں نہیں آئی تھی۔

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ہماری کتاب کی تالیف سے پہلے کوئی ہماری کتاب کا جواب کیسے دے سکتا ہے؟

(۴) ہماری کتاب میں جو ابواب ہیں اور جو ترتیب ہے ویسا اس کتاب میں بالکل بھی نہیں ہے، نیز ہماری کتاب ۹۱۳ صفحات پر مشتمل ہے، جبکہ یہ کتاب ۴۲۷ صفحات پر ختم ہوگئی ہے۔

(۵) اس کتاب میں بہت سے مقامات پر نہ جانے کن کن لوگوں کے اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں، بھلا ان اعتراضات وجوابات کا ہماری کتاب سے کیا تعلق ہے؟

(۶) اسی طرح کتاب میں بہت سے مقامات پر دوسروں کے ایسے مضامین شامل کیے گئے جو شاید ہماری کتاب کی تالیف سے بھی پہلے لکھے گئے ہیں۔

(۷) اس کتاب میں بعض ایسے استفتاء اور ان کے جوابات شامل کیے گئے ہیں جو ہماری کتاب کی تالیف سے پہلے تحریر کیے گئے ہیں۔

(۸) اس کتاب میں بہت سے مقامات پر ایسی ضعیف ومردود اور جھوٹی روایات کا انبار لگا دیا گیا ہے جن کو صحیح کہنے کی جرأت خود مؤلف نے بھی نہیں کی ہے۔

اب غور کیا جائے کہ صحیح روایات کی روشنی میں لکھی گئی کتاب کا جواب یہ ہوتا ہے کہ اس کے مقابل میں ایسی مردود اور گھڑنتو روایات نقل کر دی جائیں جن کو صحیح کہنے کی ہمت خود مؤلف بھی نہ کر سکے۔

(۹) ہماری کتاب کے بعض مباحث کا جواب دینے کے بجائے ہمارے خلاف لکھی ان تحریروں کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا گیا ہے جن تحریروں کا جواب اپنی اسی کتاب میں ہم نے دے دیا ہے۔

(۱۰) ہماری کتاب میں جیشِ مغفور پر مفصل بحث ہے جو ۶۵ صفحات تک پھیلی ہوئی ہے اس کے جواب میں دامانوی صاحب نے مختصر بات کر کے اپنی دوسری کتاب (جیش مغفور۔۔۔) کا حوالہ دینے پر اکتفاء کیا ہے۔ حالانکہ دامانوی صاحب کی یہ کتاب ہماری کتاب کی تالیف سے پہلے چھپ چکی ہے۔ اور یہ کتاب اور اس موضوع پر لکھی گئی ساری تحریروں میں جو کچھ تھا سب کا جواب ہم دے چکے ہیں۔

☆ دراصل یہ کوئی پرانی کتاب تھی، جس میں بعض مقامات پر سنابلی صاحب۔۔۔، سنابلی صاحب۔۔۔ کا اضافہ کر کے چھاپ دیا گیا اور کتاب چھپنے کے بعد الگ سے اسٹیکر پر (سنابلی صاحب کے شبہات کا ازالہ) لکھ کر کتاب کے ٹائٹل پر چسپاں کیا گیا، اور پھر یہ دعویٰ کر دیا گیا کہ یہ سنابلی صاحب کی کتاب کا جواب ہے۔

مؤلف کتاب ڈاکٹر ابو جابر دامانوی صاحب کا تعارف:

اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر ابو جابر دامانوی صاحب ہیں، ڈاکٹر کا سابقہ دیکھ کر بہت سارے لوگوں کو لگے گا کہ یہ کوئی علمی ڈگری ہے اور انہوں نے کسی موضوع پر پی ایچ ڈی کی ہوگی، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ صاحب کوئی علمی ڈاکٹر نہیں ہیں بلکہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر ہیں، اسی وجہ سے نام کے شروع میں ڈاکٹر لکھتے ہیں۔ ان کے پاس دینی علم کی کوئی ڈگری نہیں ہے۔

عالم عرب میں ایک صاحب عبدالمعطی قلعجی کے نام سے جانے جاتے ہیں، یہ بھی خود کو دکتور لکھتے ہیں، اور کتابوں کی تحقیق کا شوق پال رکھا ہے، لیکن یہ شرعی علوم میں ڈاکٹر نہیں بلکہ میڈیکل ڈاکٹر ہیں، یہی وجہ ہے کہ باذوق باحثین کے یہاں سب سے بدترین تحقیق انہی کی ہوتی ہے۔

علامہ البانی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے نام کے ساتھ دکتور لکھنے پر خبیث تدلیس والا کہا ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ کے الفاظ ہیں:

ولقد بلغني عن هذا القلعجي أنه ليس دكتوراً بالمتبادر من هذه اللفظة أو اللقب - أي دكتور في الحديث أو على الأقل في الشريعة - وإنما هو طبيب فإن صح هذا فهو.

تدليس حديث خبيث لا نعرف له مثيلاً في المهتمين بالتدليس من رواة الحديث أو المؤلفين فيه والله المستعان.

اس قلعجی کے بارے میں مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ اس معنی میں دکتور نہیں ہے جو معنی اس لفظ یا لقب کا سب سے پہلے ذہن میں آتا ہے یعنی یہ کہ یہ علم حدیث یا کم از کم شریعہ میں دکتور ہوگا، بلکہ یہ میڈیکل ڈاکٹر ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو یہ نئی قسم کی اور بدترین تدلیس ہے، رواۃِ حدیث میں جو لوگ تدلیس سے متہم ہیں یا جن لوگوں نے اس فن میں کتابیں لکھی ہیں ان کے یہاں بھی ایسی خبیث تدلیس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔[سلسلة الأحاديث الضعيفة:١٢/ ٤٨١]

علامہ البانی رحمہ اللہ کا غصہ بلاوجہ نہیں ہے۔ دراصل اس طرح کے میڈیکل ڈاکٹر جب علم حدیث اور رجال واسانید پر بات کرتے ہیں تو بہت ہی عجیب وغریب گل کھلاتے ہیں۔ عبدالمعطی قلعجی صاحب کی قلعی تو علامہ البانی رحمہ اللہ نے کئی مقامات پر کھولی ہے۔

یہاں ہم جس اردوداں میڈیکل ڈاکٹر کی بات کررہے ہیں، ان کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر تو اس سے بھی بدتر ہے۔

ہم ایک دلچسپ حوالہ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں، سب سے پہلے یہ ذہن میں رکھیں کہ ہومیو پیتھک ڈاکٹر صاحب معروف مؤرخ المدائنی کی عبدالرحمان بن معاویہ سے ملاقات کی نفی ثابت کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے انہوں نے جو دلیل دی ہے اسے پڑھیں اور سر دھنیں!

لکھتے ہیں: (((امام المدائنی اور عبدالرحمٰن بن معاویہ کے درمیان انقطاع کا ایک اشارہ اس بات سے بھی ملتا ہے

کہ چنانچہ "تاریخ کبیر لابی خیثمه" میں نقل ہے:

رَأَيْتُ في كتاب علي بن الْمَدِيْنِيّ: سئل يَحْيَى بن سعيد، أبو الحويرث هو أبو الحويرثة؟ قَالَ: نعم. [تاريخ ابن خيثمة ،سفر الثلاث:٢/٢٦٩رقم:٢٨٣٨]

امام خیثمہ فرماتے ہیں: میں نے علی بن المدائنی کی کتاب میں دیکھا انہوں نے یحییٰ بن سعید سے پوچھا: ابوالحویرث ہی ابوالحویرثہ ہیں؟ (یحییٰ بن سعید) نے کہا ہاں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام المدائنی کی عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ملاقات نہیں تھی وگرنہ وہ یحییٰ بن سعید سے ان کے نام کے بارے میں معلوم نہ کرتے کہ یہ ابوالحویرث (عبدالرحمان بن معاویہ) کی کنیت ہے۔ (یزید بن معاویہ کی شخصیت: ص:۲۳۹)

اس اقتباس میں الفاظ کی غلطیوں کی بھرمار تو ہے ہی، ساتھ ہی ترجمہ بھی کسی عجوبہ سے کم نہیں۔

لیکن ہم الفاظ اور ترجمہ کی غلطی سے بڑھ کر کچھ اور دکھانا چاہتے ہیں، دراصل امام ابن أبی خیثمۃ رحمہ اللہ نے حدیث ورجال کے مشہور ومعروف امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کی کتاب کے حوالے سے یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا ایک سوال اور اس کا جواب نقل کیا ہے۔

اور ہمارے ہومیوپیتھک ڈاکٹر صاحب نے حدیث ورجال کے معروف امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کو مؤرخ المدائنی سمجھ لیا۔ اور عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر انہی کو سائل بھی سمجھ لیا حالانکہ وہ ناقل ہیں۔

اور ایسا صرف سمجھا ہی نہیں ہے بلکہ بڑے زور شور سے اس پر استدلال کی عمارت بھی کھڑی کر دی ہے، کہ جب المدائنی یہ ابوالحویرث یعنی عبدالرحمٰن بن معاویہ کے نام کے بارے میں پوچھ تاچھ کر رہے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ المدائنی خود عبدالرحمان بن معاویہ سے نہیں ملے ہیں۔ سبحان اللہ!

چنانچہ ملاحظہ کیجیے کہ بڑے طنطنے کے ساتھ ارشاد فرمایا:

(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام المدائنی کی عبدالرحمٰن بن معاویہ سے ملاقات نہیں تھی وگرنہ وہ یحییٰ بن سعید سے ان کے نام کے بارے میں معلوم نہ کرتے۔) (یزید بن معاویہ کی شخصیت: ص:۲۳۹)

دیکھا آپ نے! یہ ہیں وہ مسکین لوگ جنہوں نے پانچ سال سے ایک پرانی کتاب میں پیوندکاری کر کے اسے ہماری کتاب کا جواب بنانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اور عمر صدیق صاحب شور مچا رہے ہیں کہ کتاب کا جواب آ گیا!!!

جاری ہے............

ضلالت ودہریت کی خوگر شاعری

رشید سمیع سلفی

شعروشاعری اظہاروبیان کا ایک لطیف ذریعہ ہے، ذوق جمال کی تسکین کا سامان ہے، اشعار ادبی وفکری رعنائی کا مظہر ہوتے ہیں، کم الفاظ میں معانی کی بہتات ہوتی ہے، بعض اشعار کے رشتۂ الفاظ میں حکمت ودانائی کی موتیاں پروئی ہوتی ہیں، بعض تو معانی دقیقہ اور لطائف بدیعہ کا شاہکار ہوتے ہیں، نثر کے طول وعرض میں بٹھایا ہوا موزوں شعر دروبست میں نکھار پیدا کردیتا ہے، اشعار مضامین کے حسن ودلکشی میں اضافہ کرتے ہیں، برمحل اشعار سے طبعیت شاد ہوتی ہے، شعروشاعری کا ہر کوئی اسیر ہوتا ہے، میر تقی میر نے خوب کہا ہے۔

عجب ہوتے ہیں شاعر بھی، میں اس فرقے کا عاشق ہوں　　　کہ بے دھڑکے بھری مجلس میں یہ اسرار کہتے ہیں

شعرا اگر بامقصد اور تعمیری خیالات کا ترجمان ہوتو نہ صرف قابل قدر ہے بلکہ وہ ضرب المثل بن جاتا ہے، کبھی کبھی کوئی شعر اس قدر اعلیٰ معنویت کا حامل ہوتا ہے کہ وہ زبان زدعام ہوتا ہے اور تکیۂ کلام بن جاتا ہے، صنف شاعری کی تمام خوبیوں کے باوجود اس کوچے میں بعض رویے ادب کے دامن کو داغدار کرتے ہیں، اشعار میں انحرافات اور دین مخالف مواد کی بھرمار ہوتی ہے، انحرافات بھی ایسے کہ کبھی کبھار غاوون یعنی گمراہوں کی سرحد بھی پیچھے چھوٹ جاتی ہے، بات اگر مسلم شعراء کی کریں تو ان کا قلم بھی شرک والحاد کی چراگاہ میں منہ مارتا نظر آتا ہے، وہ الحادودہریت کے گندے پانیوں میں ڈوبے ہوتے ہیں، مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ کسی کتاب کا حجم بھی کم پڑجائے، درج ذیل سطور میں ایسی ہی شاعرانہ آوارگی اور ادبی ضلالتوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔

شاعروں نے دین کے مسلمات اور عقائد واعمال کا تذکرہ بڑے تحقیر واستہزاء کے ساتھ کیا ہے، قلم کی دھار کو دین کی آفاقی سچائیوں کی شہ رگ پر آزمایا ہے، دین اور دین سے جڑی چیزوں کا جم کر مذاق اڑایا ہے، نوبت بایں جارسید کہ شاعروں کا دینی اقدار وروایات پر گاج گرانا ایک فیشن بن چکا ہے، لب ولہجہ کے سحر اور قافیہ پیمائی کے طلسم سے مسحور ذہن اسے گوارا بھی کرلیتا ہے لیکن مذہبی طبقہ پیچ وتاب کھاتا ہے، لبرل لوگ تو دین مخالف شعر سن کر جھوم جھوم جاتے ہیں، عرش ملسیانی کی ایک غزل کے دوشعر پڑھیے اور معاملے کی نزاکت کا ادراک کیجئے۔

فردوس کے چشموں کی روانی پہ نہ جا　　　اے شیخ! تُو منت کی کہانی پہ نہ جا
اس وہم کو چھوڑ اپنے بڑھاپے ہی کو دیکھ　　　حُورانِ بہشتی کی جوانی پہ نہ جا

جنت ہر مسلمان کا جز وایمان ہے اس کے بارے میں شک بھی سرمایۂ یقین کی بربادی ہے، جنت کی نعمتیں لا فانی ہیں، ہمارے تصور سے کہیں اعلیٰ وارفع ہیں، اسی طرح دوزخ عذاب کا گھر ہے اور نافرمانوں کا ٹھکانہ ہے، مگر شاعر کو یہ سب افسانہ لگتا ہے، خواب وخیال لگتا ہے، اس نے جنت ودوزخ کا مذاق اڑایا ہے، ان پر پھبتی کسی ہے، بلکہ جا بجا قلم کا نزلہ گرایا ہے، یقین نہیں آ تا ہے تو درج ذیل اشعار ملاحظہ کیجئے:

ملے گی شیخ کو جنت، ہمیں دوزخ عطا ہوگا بس اتنی بات ہے جس کے لیے محشر بپا ہوگا

تری دنیا میں صبر وشکر سے ہم نے بسر کر لی تری دنیا سے بڑھ کر بھی ترے دوزخ میں کیا ہوگا

بھروسہ کس قدر ہے تجھ کو اخترؔ اس کی رحمت پر اگر وہ شیخ صاحب کا خدا نکلا تو کیا ہوگا

ہر وہ بات جو دین وشریعت سے علاقہ رکھتی ہے، وہ ان کی نظروں میں قابل مذمت اور لائق تمسخر ہے، اپنا فن چمکانے اور سستی شہرت کے لیے وہ ہر ذلت سے گزر جاتے ہیں، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ تو اسلام کے عظیم شعار ہیں، مگر شاعروں نے ان کو بھی اپنی بے چین طبعیت کی سان پر چڑھا دیا ہے، ذیل کی مثالیں غور سے پڑھیے اور اندازہ کیجیے کہ فکر نامراد نے کفر وزندقہ کے کن چوٹیوں پر جست لگائی ہے؟

نہ نماز آتی ہے مجھ کو نہ وضو آتا ہے سجدہ کر لیتا ہوں جب سامنے تو آتا ہے

محمد علی جوہر

ایک شاعر تھوڑا اور آگے بڑھ کے کہتا ہے۔

دستور عبادت کا دنیا سے نرالا ہو اک ہاتھ میں مالا ہو اک ہاتھ میں پیالہ ہو

پوجیں گے سلیقے سے انداز مگر اپنا ہو یادِ خدا دل میں ساقی نے سنبھالا ہو

ایک دوسرے صاحب بھی اپنے فاسد ذوق کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

نماز اپنی اگرچہ کبھی قضا نہ ہوئی ادا کسی کی جو دیکھی تو پھر ادا نہ ہوئی

عبدالرحمان احسان دہلوی

اس پورے مذموم سلسلے کو پڑھیے تو لگتا ہے جیسے مقابلہ آرائی جاری ہے، ہر بعد میں آنے والا شاعر پچھلا ریکارڈ توڑ دینا چاہتا ہو، ایک سے بڑھ کر ایک حیران کر دینے والے نمونے ہیں، چنانچہ اس شعر میں ٹھٹول کا درجۂ حرارت ناپئے اور عقل انسانی کا ماتم کیجئے۔

پیتا نہیں شراب کبھی بے وضو کیے قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

رمضان اور روزہ کو بھی نہیں بخشا گیا بلکہ جم کر طنز و تعریض کے تیر پھینکے گئے، شقاوت و بدبختی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، شعر کو دیکھنے کے بعد لگتا ہے حساب و کتاب اور آخرت تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں، امداد علی بحر کہتا ہے۔

زاہدو دعوت رنداں ہے شراب اور کباب　　کبھی میخانے میں بھی روزہ کشائی ہو جائے

ایک دوسرے شعر میں ایک تیر سے دو نشانہ لیا ہے روزہ اور واعظ دونوں کی خبر لی ہے۔

تیس دن کے لیے ترک مے وساقی کرلوں　　واعظ سادہ کو روزوں میں تو راضی کرلوں

حج و زیارت بھی اسلام کا ایک اہم فریضہ ہے لہٰذا شاعروں نے اسے بھی کٹہرے میں کھڑا کیا ہے اور الگ الگ انداز سے خراج تحسین پیش کیا ہے، مثالوں سے اندازہ لگائیے کہ الحاد کے کیڑے سلسلۂ الفاظ میں کیسے رینگ رہے ہیں؟

حصر کعبہ پہ کیا ہے دیر سہی　　حج کا موسم نہیں تو سیر سہی

بیخود موہانی

ایک اور شعر میں زمزم ہی کا مذاق اڑایا ہے:

آپ نے اچھا کیا تطہیر خواہش ہی نہ کی　　ورنہ زمزم چشمۂ ناپاک ہوتا غالبًا

راہی فدائی

ارکان خمسہ میں صرف زکوٰۃ بچتی تھی لیکن شاعروں نے زکوٰۃ پر بھی کرم فرمائی کی ہے، ذرا بھی مروت نہیں برتی، غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کہاں اور کس سیاق میں زکوٰۃ کا ذکر لیے بیٹھے ہیں؟ ضلالت کی کھیتی کو کیسے کھاد فراہم کی ہے؟ شعر پڑھئے!

اک بوسہ مانگتا ہوں میں خیرات حسن کی　　دو مال کی زکوٰۃ کہ دولت زیادہ ہو

جرات قلندر بخش

زلف محبوب کی پیچ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ چن چن کر اور ڈھونڈ ڈھونڈ کے شریعت کی ایک ایک علامت پر کمان چڑھائی ہے، قرآن تو اسلام کا منبع و مصدر ہے پھر قرآن کیسے بچ سکتا تھا؟ غضب کا ستم ڈھایا ہے، کہیں غاوون کے خوگر شاعر نے قرآن سے بدلہ تو نہیں لیا ہے؟ مخمل میں ٹاٹ کا پیوند کس سلیقے سے لگایا ہے؟ شعر دیکھئے:

کسی کا رخ ہمیں قرآن کا جواب ملا　　خدا کا شکر ہے بت صاحب کتاب ملا

حاتم علی مہر

ایک اور شعر ملاحظہ ہو۔

رخ ہاتھ پہ رکھا نہ کرو وقت تکلم　　ہر بات میں قرآن اٹھایا نہیں جاتا

سخی لکھنوی

چونکہ اس کافرانہ اور شاعرانہ خرمستیوں کے سب سے بڑے دشمن علماء اور دیندار طبقہ تھا، اس لیے اپنے اشعار میں جم کر ان کی دھلائی کی ہے، لفظوں کی آڑ میں ہر طرح کا طنز اور ہر طرح کی دشنام طرازی کی ہے، کچھ نمونے پڑھیے اور افسوس کیجئے۔

جناب شیخ نے جب پی تو منہ بنا کے کہا مزہ بھی تلخ ہے کچھ بو بھی خوشگوار نہیں

ایک نمونہ اور دیکھئے:

خلاف شرع کبھی شیخ تھوکتا بھی نہیں مگر اندھیرے اجالے میں چوکتا بھی نہیں

اکبرالہٰ آبادی

جب تمام چوٹیاں سر کرلیں تو یاجوج ماجوج کی طرح آسمان پر بھی حملہ آور ہوگئے، جی ہاں اللہ کے ذات وصفات پر بھی انگشت نمائی کی ہے، تک بندی اور قافیہ پیمائی کا شوق رفتہ رفتہ انہیں الحادکی آخری منزل تک لے آیا ہے، لیجیے اور دیکھیے کہ مذکورہ اشعار میں فکری آوارگی کا پارہ کتنی ڈگری پر ہے؟

نازخیالوی کہتے ہیں:

یہ برائی، وہ بھلائی، یہ جہنم، وہ بہشت اس اُلٹ پھیر میں فرماؤ تو کیا رکھا ہے
جرم آدم نے کیا اور سزا بیٹوں کو عدل و انصاف کا معیار بھی کیا رکھا ہے
دے کر انسان کو دنیا میں خلافت اپنی اک تماشا سا زمانے میں بنا رکھا ہے

اس قسم کے شاعر اور اس قبیل کے اشعار خواہ کتنے ہی مرتبۂ کمال کو پہونچے ہوئے ہوں، خواہ کتنی ہی بہترین فنکاری اور نکتہ آفرینی کرتے ہوں، کتنے ہی شاہکار کیوں نہ ہوں؟ ہمارے یہاں ان کے لیے داد وتحسین نہیں بلکہ نفرت وحقارت ہے، غصہ وانکار ہے، ایک ٹولہ اگر چہ اسے دقیانوسیت اور تنگ نظری کہے گا، اسے زبان وادب اور آزادئ فکر کا معاملہ کہہ کر نظر انداز کرے گا، دوراز کار تاویلات کے ذریعہ صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرے مگر ہم اس قسم کے اشعار کو پائے چوبیں سے ٹھکراتے ہیں، اس طرح کے کلام کو پرکاہ کی بھی حیثیت دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، دین کے ساتھ ٹھٹھا کرنے والے ہمارے لئے کسی عزت وتکریم کے مستحق نہیں ہیں، سلیم الفکر شعراء کو چاہیے کہ وہ ایسے گھٹیا درجے کے اشعار کا اشعار میں جواب دیں، ایسے ہر شاعر وغزل گو کی خبر لیں جو ناموس دین کے ساتھ دھینگامستی کرتے ہوں، اپنے فن سے دین کا دفاع کریں، جس طرح حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کیا کرتے تھے، تاکہ اس طرح کی شاعری کرنے والوں کا حوصلہ ٹوٹے اور دین کی عزت وناموس کی حفاظت کا حق ادا ہو۔

تعریف میں غلو اور مبالغہ آرائی کا بڑھتا ہوا رجحان

جمیل احمد ضمیر مدنی

کسی کی مدح وتعریف میں حد سے تجاوز اور مبالغہ آرائی شرعا مذموم ہے، کیونکہ عموماً اس میں جھوٹ کا شائبہ ہوتا ہے اور ممدوح کو اس کی حیثیت سے زیادہ بڑا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، جو ایک قسم کا ظلم اور لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

عام طور پر اس مبالغہ آرائی کا اصل محرک دنیوی مفاد یا احساس کمتری ہوتا ہے، جو رفتہ رفتہ تملق وچاپلوسی اور جبیں سائی کا روپ دھار لیتا ہے، جس کے نتیجے میں مادح کا وقار مجروح، ثقاہت متزلزل اور شخصیت مخدوش ہو جاتی ہے۔

غزالی رحمہ اللہ مدح کی بعض خرابیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تعریف کرنے والا کبھی حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے جھوٹ میں واقع ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے اندر دکھاوا پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ تعریف کر کے وہ ممدوح سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے، تاہم ایسا ہو سکتا ہے کہ اس کے دل میں محبت نہ ہو، نیز تعریف میں جو کچھ کہہ رہا ہے ممکن ہے دل سے نہ کہہ رہا ہو، نتیجۃً وہ منافق اور دکھاوے والا بندہ بن جاتا ہے“ (إحیاء علوم الدین:۱۵۹/۳)

مزید برآں کسی کی بیجا ستائش یا تعریف میں مبالغہ آرائی خود اس کے حق میں زہر ہلاہل سے کم نہیں، کیونکہ بہت ممکن ہے وہ اپنی بیجا ستائش یا مبالغہ آمیز تعریف سن کر کبر وغرور میں مبتلا ہو جائے، عجب وخود پسندی کا اسے روگ لگ جائے، تعلّی وخود ستائی اس کا شیوہ بن جائے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری میں زمزمہ سنجی کے بجائے دوسروں پر اپنی فوقیت وبرتری کا اظہار کرنا شروع کر دے اور انہیں اپنے سامنے ہیچ تصور کرنے لگے، جس کے نتیجے میں وہ دینی، اخلاقی اور روحانی موت کا شکار ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ایسی تعریف کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے نیز اسے ہلاکت اور قتل سے تعبیر کیا ہے۔

ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

سمع النبی ﷺ رجلاً یُثنی علی رجلٍ ویُطریه فی مَدحه، فقال:”أهلكتم أو قَطعتم ظهرَ الرجل“

نبی ﷺ نے ایک شخص کو دوسرے شخص کی خوب بڑھا چڑھا کر تعریف کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: ”تم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا۔ یا فرمایا کہ: تم نے اس کی کمر توڑ دی“ [صحیح بخاری:٢٦٦٣، صحیح مسلم: ٣٠٠١]

صحیح بخاری کے شارح علامہ ابن بطال لکھتے ہیں: ''نبی ﷺ نے یہ بات اس لیے فرمائی تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اپنی زیادہ تعریف سن کر خود فریبی کا شکار ہو جائے اور یہ سمجھ بیٹھے کہ لوگوں کی نگاہوں میں اس کا وہی مقام ہے جو تعریف کرنے والے نے بیان کیا ہے، جس کے نتیجے میں مزید کارِ خیر سے رک جائے اور شیطان اس پر اپنا حربہ استعمال کر کے خود پسندی میں مبتلا کر دے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے لیے تواضع کرنا چھوڑ دے'' [شرح صحیح البخاری: ٤٨/٨]

اور ایک دوسری حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ کے سامنے ایک شخص نے کسی کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا:

''ويحك، قطعتَ عنقَ صاحبك، قطعتَ عنقَ صاحبك -مرارًا -إذا كان أحدُكم مادحًا صاحبَه لا محالةَ، فليقل: أحسب فلانًا، والله حسيبه، ولا أزكي على الله أحدًا، أحسبه -إن كان يعلم ذاك -كذا وكذا''

''تمہارا برا ہو، تم نے اپنے ساتھی کی گردن ماردی۔ یہ بات آپ نے کئی بار دہرائی۔ اگر تم میں سے کسی کو اپنے بھائی کی تعریف کرنی ہی ہو تو وہ یہ کہے: اس کے بارے میں میرا یہ خیال ہے۔ حقیقت حال سے تو اللہ ہی واقف ہے۔ میرا گمان یہ ہے۔ یہ کہہ کر وہ اس کے بارے میں وہی بات کہے جس سے واقف ہو'' [صحیح بخاری: ٢٦٦٢، صحیح مسلم: ٣٠٠٠]

اسی طرح نبی ﷺ نے باہم ایک دوسرے کی مبالغہ آمیز تعریف کرنے سے منع کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''إياكم والتمادح، فإنه الذبح''

''باہم ایک دوسرے کی تعریف کرنے سے بچو، کیونکہ یہ ذبح ہے'' [سنن ابن ماجہ: ٣٧٤٣، مسند احمد: ١٦٨٣٧، سند حسن]

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''هو تفاعل من المدح، أي: المبالَغ''

''تمادُح یہ لفظ مدح سے تفاعل کا صیغہ ہے، اور یہاں اس سے مراد مبالغہ آمیز تعریف ہے'' [فتح الباری: ٤٧٦/١٠]

علاوہ ازیں نبی ﷺ نے خود اپنی ذات کی مدح وثناء میں غلو ومبالغہ آرائی سے بالکلیہ منع فرمایا ہے، ارشاد نبوی ہے:

''لا تُطروني كما أَطرَت النَّصارى ابنَ مريم، فإنما أنا عبدُه، فقولوا: عبدُ الله، ورسولُه''

’’مجھے حد سے زیادہ نہ بڑھاؤ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے زیادہ بڑھادیا۔ میں اس کا بندہ ہوں، لہٰذا مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو‘‘ [صحیح بخاری: ٣٤٤٥]

’’الإطراء‘‘ کے معنی ہیں: کسی کی تعریف میں حد سے تجاوز کرنا اور جھوٹ بولنا۔ [النهاية في غريب الحديث: ٣/ ١٢٣]

یعنی میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو اور مجھے ایسے اوصاف سے متصف نہ کرو جو میرے اندر نہیں ہیں، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں غلو کرتے ہوئے انہیں اللہ کا بیٹا قرار دے دیا۔

یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جس نے کسی کو اس کے مقام سے اوپر اٹھایا اور اس کو کسی ایسی خوبی سے متصف کیا جو اس کے اندر نہیں ہے، تو وہ ظالم اور گنہگار ہوگا، کیونکہ اگر ایسا کرنا کسی کے حق میں جائز ہوتا تو کائنات میں اس کے سب سے زیادہ مستحق ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ ہوتے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جس کو جو مقام عطا کیا ہے اس کو اسی مقام پر رکھا جائے، اس سے آگے نہ بڑھایا جائے۔ دیکھیں: [التوضيح لشرح الجامع الصحيح لابن الملقن: ٢٨/ ٤٠١]

اسی طرح عملی طور پر بھی نبی ﷺ نے اپنی تعریف میں مبالغہ آرائی کو کبھی بھی پسند نہیں فرمایا، چنانچہ اگر کوئی شخص آپ کی تعریف میں غلو سے کام لیتا تو اس کو فوراً منع فرمادیتے اور مبالغہ آرائی پر ٹوک دیا کرتے تھے۔

ایک بار نبی ﷺ رُبَیِّع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے، اور عین اسی وقت ان کے گھر میں کچھ بچیاں دف بجا کر جنگ بدر میں شہید ہونے والے اپنے آباء کے محاسن بیان کرنے لگیں، اسی دوران ایک بچی نے یہ کہہ دیا:

’’وفينا نبيٌّ يَعلمُ ما في غدٍ‘‘

’’ہمارے درمیان وہ نبی موجود ہیں جو یہ بھی جانتے ہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے‘‘

یہ سن کر آپ ﷺ نے اس بچی کو فوراً ٹوکا اور فرمایا:

’’دعي هذه، وقولي بالذي كنت تقولين‘‘

’’اسے چھوڑ دو اور وہی کہو جو تم پہلے کہہ رہی تھی‘‘ دیکھیں: [صحیح بخاری: ٥١٤٧]

آپ ﷺ نے اس بچی کو اس لیے ٹوکا کیونکہ اس نے آپ کی مدح میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے آپ کو علم غیب کی صفت سے متصف کردیا، جب کہ یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہے، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کے منہ پر اس کی تعریف کرنا جائز ہے، بشرطیکہ حقیقت کے دائرے میں ہو اور مبالغہ سے خالی ہو۔ دیکھیں: [فتح الباري لابن حجر: ٩/ ٢٠٣]

اسی طرح جب وفدِ بنی عامر نے نبی ﷺ کی تعریف میں مبالغہ آرائی اور تکلف کا مظاہرہ کیا، تو آپ نے انہیں ٹوک دیا۔ عبداللہ بن الشِّخّیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں بنو عامر کے وفد کے ساتھ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ہم نے کہا:

''أنتَ سيّدُنا، فقال: السَّيدُ اللّٰه. قلنا: وأفضلُنا فَضْلاً، وأعظَمُنا طَوْلاً، فقال: قولوا بِقَولكم، أو بعضِ قولكم، ولا يَستَجْرِيَنَّكُم الشَيطانُ''

''اے اللہ کے رسول آپ ہمارے (سید) سردار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: (حقیقی) سردار تو اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ ہم نے پھر کہا: آپ ہم میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ داد و دہش کرنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ باتیں کہو یا ان میں سے کچھ چھوڑ دو، لیکن دیکھو کہیں شیطان تم پر غالب نہ آ جائے اور تمہیں اپنا وکیل بنا لے''

[سنن ابو داؤد: ٤٨٠٦ سند صحيح]

جب نبی ﷺ نے دیکھا کہ یہ لوگ آپ کی تعریف میں مبالغہ اور تکلف سے کام لے رہے ہیں تو اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اور اس بات سے آگاہ کیا کہ اس طرح کا تکلف اور مبالغہ آرائی شیطان کی طرف سے ہے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ نبی ﷺ کو اپنے بارے میں کسی قسم کے عجب وغرور یا فتنہ میں مبتلا ہونے کا قطعاً کوئی اندیشہ نہیں تھا، اس کے باوجود اگر کوئی شخص آپ کی تعریف میں مبالغہ سے کام لیتا تو اسے برجستہ ٹوک دیتے اور اپنی تعریف میں حدِ اعتدال سے تجاوز کو قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔

لہٰذا کسی کی تعریف وتوصیف میں صرف وہی خوبیاں ذکر کی جائیں جو فی الواقع اس کے اندر موجود ہوں اور اسے صرف انہی القاب سے پکارا جائے جن کا وہ مستحق ہو، نیز اس کی خدمات اور کارناموں پر صرف اتنا ہی خراجِ تحسین پیش کیا جائے جتنا اس کا حق بنتا ہو۔

لیکن افسوس کہ آج کل شخصیات کی مدح وستائش میں زمین وآسمان کے قلابے ملانا اور بھاری بھرکم القاب کا انبار لگا دینا عام ہوتا جا رہا ہے، ''محقق العصر''، ''فقیہ امت''، ''محدث'' اور ''علامہ'' جیسے عظیم علمی القاب بے معنیٰ ہو کر رہ گئے ہیں، عوام کالانعام تو کجا، بہت سارے طلبہ علم ان القاب کے اطلاق میں اس قدر تساہل کے شکار ہیں کہ اللہ کی پناہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے اور تعریف وتوصیف میں مبالغہ آرائی سے دور رکھے، آمین۔

☆☆☆

☆

کامیابی کی کنجی: محنت یا سستی؟

عتیق الرحمٰن سلفی

اسلام ہر مسلمان کو کامیابی کی ضمانت دیتا ہے۔ دنیا وآخرت میں کامیابی کا راز جہد مسلسل بتاتا ہے، انسان کو وہی ملتا ہے جس کے لیے وہ محنت کرتا ہے، حرکت وعمل زندگی کی علامت ہے، انسان کی فطری کیفیت وحالت جدوجہد ہے۔ ہر انسان اپنی پسندیدہ اشیاء اور اعلیٰ مقاصد کو پانے کے لیے محنت کرتا ہے، اسلام نے بھی اہل ایمان کو محنت کرنے کی تعلیم دی ہے، بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اعمال صالحہ سے محبت ہے اور کام سے راحت وسکون پاتے ہیں، کاہلی اور سستی حد درجہ معیوب چیز ہے اس سے انسان دنیا وآخرت دونوں جگہ ذلیل ہو جاتا ہے، اللہ کے نبی ﷺ کاہلی اور سستی سے پناہ طلب کیا کرتے تھے:

''اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ، وَالْحَزَنِ، وَالْعَجْزِ، وَالْكَسَلِ، وَالْجُبْنِ، وَالْبُخْلِ، وَضَلَعِ الدَّيْنِ، وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ''

''اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں غم والم سے، عاجزی سے، سستی سے، بزدلی سے، بخل، قرض چڑھ جانے اور لوگوں کے غلبہ سے'' [صحیح بخاری:٦٣٦٩]

کاہلی اور سستی کو عربی میں ''اَلْكَسَل'' کہتے ہیں۔ اس کا مطلب امام نووی رحمہ اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''وَأَمَّا الْكَسَلُ فَهُوَ عَدَمُ انْبِعَاثِ النَّفْسِ لِلْخَيْرِ وَقِلَّةُ الرَّغْبَةِ مَعَ إِمْكَانِهِ''

''استطاعت کے باوجود نفس کا بھلائی کی طرف متوجہ نہ ہونا اور رغبت وخواہش کی کمی کو کسل کہا جاتا ہے'' [شرح مسلم امام نووی جزء:۱۷ ص:۲۸]

''اَلْكَسَل''، یعنی سستی کا مطلب: ضروری اور واجبی کاموں کو انجام نہ دینا، ذمہ داری نہ نبھانا، امانتیں ضائع کر دینا، حقیر اور لایعنی چیزوں میں پڑے رہنا، بے حسی کی زندگی گزارنا وغیرہ ہے۔ حالانکہ مقاصد کے حصول کے لیے حوصلہ مندی اور محنت کی ضرورت ہوتی ہے، انبیاء کرام نے اپنے مشن کی تکمیل کے لیے انتھک کوششیں فرمائیں، رات دن ایک کر دیا کیونکہ وہ انسانیت کے اعلیٰ ترین اسوہ تھے، سورۂ نوح میں اللہ نے اپنے جلیل القدر پیغمبر کے متنوع اسلوب جدوجہد کو بیان فرمایا ہے۔ اور یہ پیغام پیش کیا ہے کہ کامیابی کے لیے جہد مسلسل، صبرِ جمیل، شرحِ صدر، وسعتِ نظر، ایمان ویقین، کام کی تکمیل اور جذبۂ قربانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

محنت ہی کامیابی کی کنجی ہے، ایک ذہین وفطین انسان کوبھی کاہلی اور سستی بیکار بنادیتی ہے اوراس کی صلاحیتوں کو زنگ لگادیتی ہے، خیر کی راہ میں جدوجہد انہی کا اسوہ ہے جولوگ بھلائی کے حصول کے لیے محنت کواپنا شعار بناتے ہیں، خونِ جگر جلاتے ہیں، سیلِ رواں کے مثل چلتے ہیں، ہرقسم کے مصائب اور مشکلات کا مقابلہ کرتے ہیں، تھک بیٹھنا اور ٹال مٹول کرنا ان کی زندگی میں نہیں ہوتا ہے، وہ سراپا عمل ہوتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں اور تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

چلے چلئے کہ چلنا ہی دلیل کامرانی ہے　　　جو تھک کر بیٹھ جاتے ہیں وہ منزل پا نہیں سکتے

اور ایک متوسط ذہن کا انسان بھی اپنی محنت اور کدوکاوش سے ایسے بلند مقام پر فائز ہوجاتا ہے جہاں تک قابل ترین افراد کی بھی رسائی نہیں ہو پاتی ہے، کامیابی کسی کی جاگیر نہیں ہے یہ ان لوگوں کا انعام ہے جولوگ خون جگر جلانے کا ہنر جانتے ہیں، جو قربانی کے خوگر ہوتے ہیں، جو مقاصد کے حصول کے لیے دن رات ایک کردیتے ہیں، جن کے عزائم پہاڑوں سے زیادہ بلند اور مضبوط ہوتے ہیں۔ سچ کہا ہے کسی شاعر نے:

حوصلہ مند ہی پاتے ہیں نشان منزل　　　ڈرنے والوں کی تو مرنے پہ نظر جاتی ہے

محترم قارئین: دنیا کی کامیابی ہو یا آخرت کی، مال دولت کی دوڑ ہو یا شرف وعزت کی، انسان کو کامیابی اس کی محنت کے بقدر ہی ملتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى﴾

''اور یہ کہ ہر انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی کوشش خود اس نے کی'' [النجم:۳۹]

عربی شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے:

بِقدرِ الكدِّ تُكتَسَبُ المَعالی　　　وَمَن طَلَبَ العُلا سَهرَ اللَّيالی

وَمَن رامَ العُلا مِن غَيرِ كَدٍ　　　أضاعَ العُمرَ فی طَلَبِ المُحالِ

بلند مقام بقدر محنت ہی حاصل ہوتا ہے اور جو سربلندی تلاش کرتا ہے وہ شب بیداری کرتا ہے، اور جو بغیر محنت ترقی وکامیابی تلاش کرتا ہے وہ ایک ناممکن چیز کو طلب کرنے میں اپنی زندگی برباد کرتا ہے۔

سچی طلب، سچا جذبہ، اخلاص پر مبنی اِرادہ اور عزم مصمم انسان کو محنتی بنادیتا ہے، اور خالص محنت نیز دن ورات کی کدوکاوش مومن کو لائقِ جنت بنادیتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا﴾

''اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو، پس یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے یہاں پوری قدردانی کی جائے گی'' [الإسراء:۱۹]

ایک مومن پوری زندگی صبر وشکر کے درمیان گزار دیتا ہے، اور یہ جفاکشی والی زندگی اس کے ایمان کی علامت ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے لمبی نماز ادا فرمائی اور پاؤں میں ورم آ گیا اور جب آپ کو کہا گیا کہ اتنی زیادہ عبادت کیوں فرماتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپ کے پچھلے اور اگلے سارے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو آپ نے ایک تاریخی جملہ فرمایا:

''أَفَلا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا'' ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں'' [صحيح مسلم :۲۸۱۹]

قرآن کریم ایک مسلمان کو دین ودنیا کی تمام ضروریات کی تلاش کے لیے بھاگ دوڑ اور محنت کی تعلیم دیتا ہے، کسبِ معاش کے لیے بھی اور عبادت ونماز کے لیے بھی، جمعہ کی نماز کے لیے اللہ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو'' [الجمعة:۹]

اور پھر فوراً دُنیاوی ضروریات کی تکمیل کے لیے نکل جانے کا بھی حکم فرمایا:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

''پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تاکہ تم فلاح پالو'' [الجمعة:۱۰]

آپ ذرا غور فرمائیں! اسلام میں سستی اور کاہلی کی کوئی گنجائش نہیں ہے، نماز کے وقت نماز کے لیے حاضر ہوں اور اس سے فارغ ہو کر روزی کی تلاش میں لگ جائیں، اعمالِ صالحہ کی ایک طویل فہرست ہے اور چھوٹے چھوٹے اعمال پر بڑے بڑے اجر وثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے، تاکہ ایک مسلمان ہمیشہ بھلائی کے کاموں میں مشغول رہے، کیونکہ فراغت سے کاہلی جنم لیتی ہے، اور ہمتیں پست ہو جاتی ہیں، انسان کے ارادے کمزور پڑ جاتے ہیں، طبیعت میں نشاط اور پھرتی مر جاتی ہے اور اس طرح سستی انسان کو برباد کر دیتی ہے۔ خود نبی اکرم ﷺ کو اللہ نے ہر وقت مشغول رہنے کی تعلیم دی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ﴾ ''پس جب تو فارغ ہو تو عبادت میں محنت کر'' [الشرح:۷] اس آیت میں اللہ نے دنیوی کام سے فارغ ہو کر پھر عبادت میں محنت اور کدوکاوش کا حکم دیا ہے، بڑے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو فارغ پڑے رہتے ہیں، موبائل اور گیم اور چائے کے ہوٹلوں اور ٹیلی ویژن دیکھتے ہوئے اپنا

قیمتی وقت ضائع کردیتے ہیں، حالانکہ وقت ہی زندگی ہے اسے ضائع کرنا گویا زندگی کو برباد کرنا ہے، جب کوئی یہ کہتا ہے کہ چلو ٹائم پاس کرتے ہیں اور کسی لغو اور بے فائدہ عمل کی طرف بلاتا ہے تو سمجھو وہ زندگی برباد کرنے کی دعوت دیتا ہے، لہٰذا ایک مسلمان کو سستی جیسی بری خصلت سے دور رہنا ضروری ہے، منافقین نماز جیسی عظیم عبادت میں سستی کرتے تھے اللہ نے ان کے اس عیب کو قرآن میں بیان فرمایا ہے تاکہ اہل ایمان کاہلی وسستی سے بچتے رہیں اللہ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَى يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا﴾

''اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور یاد الٰہی تو یوں ہی سی برائے نام کرتے ہیں'' [النساء:١٤٢]

نماز جیسی پاک وصاف کردینے والی عبادت میں جو سستی اور کاہلی دکھائے اور نماز کی روح یعنی اللہ کا ذکر ہی تھوڑا کرے وہ بڑا ابرا انسان ہے، اللہ ہمیں ہر قسم کی کاہلی سے محفوظ رکھے۔ آمین

انسان کی کامیابی میں دو چیزیں سب سے زیادہ اہم رول ادا کرتی ہیں، ایک جہدِ مسلسل دوسرا توفیقِ ربانی۔ آپ کامیاب لوگوں کو پائیں گے کہ اپنے معمولی وسائل کے باوجود محنت اور توفیق سے منزل مقصود کو پا گئے اور کتنے ایسے لوگ ہیں جن کے پاس وسائل کی کمی نہیں ہے لیکن کاہلی اور بے توفیقی کی وجہ سے وہ کچھ بڑا نہ کرسکے۔ اس لیے ایک سمجھدار طالب علم اور ذی فہم مسلمان کو جہد مسلسل اور توفیق ربانی کے ساتھ اپنے کاموں کا آغاز کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہی کام کرنے اور کامیاب ہونے کا ہنر ہے، پیارے رسول ﷺ نے یہی سکھلایا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

''احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَلَا تَعْجِزْ''

''حرص کرو اپنے نفع بخش کاموں پر اور اللہ سے مدد طلب کرتے رہو اور ہمت مت ہارو'' [صحيح مسلم:٢٦٦٤]

''احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ'' کا مطلب ہے: آپ کا کام یقینی طور پر فائدہ مند ہو، لغو اور بیہودہ نہ ہو اور پھر اس کے لیے اپنی پوری طاقت لگادو۔ اپنے آپ کو اپنے مشن پر لگادو کہ جس طرح مسافر کی حالت سے سب کو اس کے مسافر ہونے کا علم ہوجاتا ہے ایسے تمہاری حالت ہی تمہاری محنت کی گواہی دے۔

''وَاسْتَعِنْ بِاللّٰه'' کا مطلب ہے: آپ کی محنت، ہنرمندی اور کام میں مہارت کے باوجود کامیابی کے لیے اللہ کے خاص مدد اور توفیق کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا شروع سے ہی اللہ کی توفیق اور مدد طلب کرتے رہو۔ کیونکہ دنیا وآخرت کے تمام خیر کے کام اللہ کی توفیق اور نصرت وتائید سے ہی تکمیل پاتے ہیں۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ جب کوئی اچھی چیز دیکھتے تو فرمایا کرتے تھے ''الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى بِنِعْمَتِهِ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ'' ''تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے

ہیں جس کی مہربانی سے تمام نیک کام پایۂ تکمیل کو پہنچتے ہیں‘‘[إبن ماجه :۳۸۰۳،حسن]

’’وَلَا تَعْجِزْ‘‘ کا مطلب: کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچاؤ سست اور کاہل اور کمزور نہ بنو، پست ہمتی نہ دکھاؤ بلکہ بہادری کے ساتھ جو بھی خیر کا کام شروع کرو اسے پورا کرو۔

نبی کریم ﷺ کی تینوں باتیں آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔اس طرح عمل کرنے والوں کے لیے کامیابی یقینی ہے۔ان شاءاللہ

محترم قارئین: سستی وکاہلی دنیاوآخرت کی بربادی اور ذلت ورسوائی اور محرومی کا راستہ ہے، ایک انسان سستی کی وجہ سے بے شمار خیر سے محروم رہتا ہے، یہ صفت منافقین اور ان جیسے لوگوں کی ہے، اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو خیر میں سبقت کرنے کی خوبی عطا فرمائی تھی، وہ نیکی کے کاموں میں سبقت کرتے تھے۔ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ﴾

’’یہ بزرگ لوگ نیک کاموں کی طرف جلدی کرتے تھے اور ہمیں لالچ طمع اور ڈر خوف سے پکارتے تھے۔اور ہمارے سامنے عاجزی کرنے والے تھے‘‘[الأنبياء:۹۰]

’’اوراہل ایمان کو بھی اللہ نے باربار ’’سارعوا‘‘’’سابقوا‘‘’’فاسعوا‘‘’’ففروا الى الله‘‘ کہہ کر سبقت کرنے کا حکم فرمایا ہے اوراہل ایمان کی اسی خوبی کو اللہ نے یوں بیان فرمایا ہے:

﴿أُولَئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ﴾

’’یہی ہیں جو جلدی جلدی بھلائیاں حاصل کررہے ہیں اور یہی ہیں جو ان کی طرف دوڑ جانے والے ہیں‘‘[المؤمنون:٦١]

حرکت میں برکت ہے، چستی پھرتی اور جدوجہد کامیابی کی کنجی ہے، انبیاء کرام اوراہل ایمان کی حیات مبارکہ اس پر شاہد ہیں، ہجرت نبوی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری حیات مبارکہ اس بات کی دلیل ہے کہ محنت اور جہدِ مسلسل ہی کامیابی کی راہ ہے۔اللہ کا وعدہ ہے کہ جو اخلاص کے ساتھ محنت کرتا ہے، مشقت برداشت کرتا ہے، اللہ اسے جنت کی راہ دکھاتے ہیں اوراس کی مدد کرتے ہیں۔اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِينَ﴾

’’اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہیں ضرور دکھا دیں گے۔یقیناً اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا ساتھی ہے‘‘[العنكبوت:٦٩]

کاہلی کے اسباب: ایمان کی کمی، بھلائی سے بے رغبتی اور خیر سے اکتاہٹ کاہلی کا بنیادی سبب ہے، منافقین ہر بھلائی

سے جی چراتے تھے، سستی کرتے تھے، پیچھے رہتے تھے اس کا سبب یہی تھا کہ ان کو اللہ کا ڈر تھا اور نہ بھلائی سے محبت بلکہ انہیں نماز جیسی عبادت بڑی بھاری پڑتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نماز کے ثقیل ہونے کا یہی سبب بتایا ہے اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ﴾

''اور صبر اور نماز کے ساتھ مدد طلب کرو یہ چیز شاق ہے، مگر ڈر رکھنے والوں پر'' [البقرة:١٤٥]

پتہ چلا یہ سستی انسان کی دنیا وآخرت دونوں کے لیے تباہ کن ہے، یہ سستی جس قدر زیادہ ہوگی نقصان اسی کے بقدر ہوگا حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے ایک بار سستی اور ٹال مٹول کیا، اور غزوۂ تبوک سے بلا عذر پیچھے رہ گئے، اس کی وجہ سے انہیں بہت زیادہ تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا، پچاس دنوں کا مکمل بائیکاٹ جھیلنا پڑا، پھر اللہ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی۔ اس سے اندازہ لگائیں کہ جن کی زندگی ہی سستی وکاہلی میں گزرتی ہے، کاہلی جن کی پہچان ہے اور دنیا میں انہیں کوئی سزا ابھی نہیں مل رہی ہے ایسے لوگ آخرت میں بہت نقصان میں رہیں گے۔ یہ بیماری آہستہ آہستہ انسان کے اندر داخل ہوتی ہے، انسان سستی کرتے کرتے ایک دن بالکل ہی پیچھے رہ جاتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت اور فضل وکرم سے ہی محروم کر دیتا ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''لايَزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ، حَتَّى يُؤَخِّرَهُمُ اللّٰهُ''

''اور جو لوگ پیچھے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں بھی ان کو پیچھے رکھے گا'' [صحيح مسلم :٩٨٢]

اسی طرح پیٹ بھر بھر کر کھانا کھانا، بہت زیادہ نیند لینا، بار بار جمائی لینا، بے فکری اور غفلت کی زندگی گزارنا، ٹال مٹول کرنا، باعزت کاموں سے جی چرانا، یہ سب کاہلی اور سستی کو جنم دیتے ہیں اسی لیے چھینک کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کیونکہ اس سے انسان چستی ونشاط اور بدن میں ہلکا پن محسوس کرتا ہے، اور جمائی سے سستی آتی ہے اور اسی لیے اسے روکنے کی تعلیم دی گئی ہے: ''التَّثَاؤُبُ مِنَ الشَّيْطَانِ، فَإِذَا تَثَاءَبَ أَحَدُكُمْ فَلْيَكْظِمْ مَا اسْتَطَاعَ ''

''جمائی شیطان کی طرف سے ہے (کیونکہ وہ سستی اور ثقل کی نشانی ہے اور امتلاء بطن کی) پھر جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکے جہاں تک ہو سکے۔ (یعنی منہ پر ہاتھ رکھے)'' [صحيح مسلم:٢٩٩٤]

اسلام نے ان تمام اسباب سے روک دیا ہے جو انسان کو سست اور کاہل بناتے ہیں، اور ترغیب وترہیب کے ذریعہ انہیں متحرک اور فعال بنا دیا ہے تاکہ وہ پوری زندگی شرح صدر اور اطمینان کے ساتھ عمل سے بھرپور زندگی گزاریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ مجاہد اور جفاکش مؤمن کو محبوب رکھتا ہے۔

جاری ہے............

اسلام میں خطبۂ جمعہ کی اہمیت

ابوالبیان رفعت سلفی

یوں تو مسلمان کانفرنسوں اور اجتماعات اور وعظ ونصیحت کی مجلسوں میں بے شمار خطبے محاضرات اور تقریریں سنتے رہتے ہیں، لیکن اہمیت، تاثیر اور اجر وثواب کے اعتبار سے کوئی بھی خطبہ یا تقریر خطبۂ جمعہ کا مقابلہ نہیں کرسکتی کیونکہ اس کی خصوصی اہمیت وفضیلت اور اس کی امتیازی شان سے متعلق قرآن وسنت میں بہت سارے نصوص موجود ہیں، مگر اس کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت خطبۂ جمعہ کی اہمیت کو سمجھ ہی نہیں پاتی، یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان جمعہ کے دن مسجد اس وقت پہنچتے ہیں جب خطیب آدھا خطبہ پیش کر چکا ہوتا ہے یا خطبہ ختم کرر ہا ہوتا ہے۔ مسلم عوام کو خطبۂ جمعہ کی اہمیت وفادیت بتانے کی غرض سے میں نے یہ مضمون بہت اختصار سے تحریر کیا ہے۔ سب سے پہلے خطبۂ جمعہ کی تعریف پیش کی ہے اس کے بعد اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے خطبۂ جمعہ اہمیت وفضیلت کو قرآن سنت کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

خطبۂ جمعہ کی تعریف: ایسا خطبہ ہے جو جمعہ کی نماز سے پہلے جامع مسجد کے منبر سے خطیب پیش کرتا ہے، اور خطبۂ جمعہ نماز جمعہ کی صحت کے لیے شرط ہے۔ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک کا یہی قول ہے۔[بداية المجتهد: ج:۱،ص: ۱۷۰]

خطبۂ جمعہ کا مقام ومرتبہ: ا۔ خطبۂ جمعہ ہفتہ کے سب سے عظیم دن مشروع ہے، اور نماز جمعہ کی صحت کے لیے خطبۂ جمعہ شرط ہے اور خطبۂ جمعہ نمازِ جمعہ سے پہلے پیش کیا جاتا ہے، بلکہ اس خطبہ کو فضیلت ہی جمعہ کے دن کی نسبت کی وجہ سے ملی ہے، اور اس خطبہ کا نام خطبۂ جمعہ دیا جانا ہی اس کی عظمت ورفعت کی سب سے پہلی وبنیادی دلیل ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے خطبۂ جمعہ کو جمعہ کے دن کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، تمام علماء امت کے درمیان یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جمعہ کا دن ہفتہ کے تمام دنوں میں سب سے زیادہ عظیم المرتبت اور افضل دن ہے، اور جن دنوں میں سورج طلوع ہوتا ہے ان میں سب سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا، وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ“

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”ان دنوں میں بہتر دن، جن میں سورج نکلتا ہے، جمعہ کا دن ہے کہ اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی میں جنت میں گئے اور اسی میں وہاں سے

نکلے اور قیامت نہ ہوگی مگر اسی دن“ [صحيح مسلم :١٩٧٧]

۲۔ راجح قول کے مطابق خطبۂ جمعہ نماز جمعہ کی صحت کے لیے شرط ہے۔

۳۔ اللہ رب العزت نے جمعہ کے دن خطبہ کو افضل قرار دیا ہے اور جو لوگ جمعہ کے دن خطبۂ جمعہ سے غافل ہوکر کسی اور کام میں لگے رہتے ہیں ان کی مذمت بیان کی ہے، اللہ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ. فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ. وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْواً انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِماً قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾

”اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! جمعہ کے دن نماز کی اذان دی جائے تو تم اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید وفروخت چھوڑ دو۔ یہ تمہارے حق میں بہت ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو، پھر جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ تم فلاح پالو، اور جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آ جائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے“ [الجمعة : ٩-١١]

امام قرطبی رحمہ اللہ اور ان کے علاوہ کچھ دوسرے علماء نے بھی اسی بات کو راجح قرار دیا ہے کہ مذکورہ آیت کریمہ میں ذکر سے مراد خطبۂ جمعہ ہی ہے۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے خطبۂ جمعہ کی ذمہ داری خود لی اور پوری زندگی آپ ہی جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، جمعہ کے دن نماز جمعہ کی امامت اور خطبہ کا نبی ﷺ کا خود اہتمام فرمانا بھی خطبۂ جمعہ کی شان کو دوبالا کر دیتا ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: ”كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَقْعُدُ، ثُمَّ يَقُومُ كَمَا تَفْعَلُونَ الْآنَ“

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: ”نبی کریم ﷺ کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے۔ پھر بیٹھ جاتے اور پھر کھڑے ہوتے جیسے تم لوگ بھی آج کل کرتے ہو“ [صحيح بخاری: ٩٢٠]

اس بات کی دلیل کہ نبی ﷺ پوری زندگی خود خطبۂ جمعہ کی ذمہ داری سنبھالتے رہے یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی زندگی میں جمعہ کے جو خطبے دیئے ہیں ان کی تعداد دو ہزار تک پہنچتی ہے۔

عن جابر بن سمرة :" أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يَخْطُبُ قَائِمًا، ثُمَّ يَجْلِسُ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ قَائِمًا، فَمَنْ نَبَّأَكَ أَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ جَالِسًا فَقَدْ كَذَبَ، فَقَدْ وَاللَّهِ صَلَّيْتُ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفَيْ صَلَاةٍ "

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے کہا کہ:" رسول اللہ ﷺ خطبہ کھڑے ہوکر پڑھتے، پھر بیٹھ جاتے، پھر کھڑے ہوتے اور کھڑے کھڑے پڑھتے، اور جس نے تم سے کہا کہ خطبہ بیٹھ کر پڑھتے، اس نے اللہ کی قسم! جھوٹ کہا، میں نے آپ ﷺ کے ساتھ دو ہزار سے زیادہ (جمعہ) نمازیں پڑھی ہیں" [صحيح مسلم:١٩٩٦]

۵۔ نبی اکرم ﷺ نے خطبۂ جمعہ کا اس قدر اہتمام فرمایا کہ ہجرت کے موقع پر خود مدینہ پہنچنے سے پہلے اپنے جلیل القدر صحابی مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو مدینہ بھیج دیا تھا تا کہ مدینہ کے لوگوں کو جا کر دین کی تعلیم دیں، وہاں مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کے یہاں قیام فرمایا، اور انہی کے یہاں نبی ﷺ کے حکم سے سب سے پہلا جمعہ قائم کیا گیا۔

نبی ﷺ کی وفات کے بعد خلفاء راشدین نے جمعہ کا اہتمام فرمایا، اس کے بعد بنوامیہ کے بادشاہوں نے اہتمام کیا، اس کے بعد بنوعباس کے خلفاء نے جمعہ کا اہتمام فرمایا، اس کے بعد اسی طرح حکومت اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوتا چلا گیا لیکن کبھی بھی جمعہ کا اہتمام نہیں رکا اور آج حال یہ ہے کی ایک ہی شہر میں اللہ کی مدد اور اس کی توفیق سے سینکڑوں اور ہزاروں مساجد قائم ہیں جہاں باقاعدہ خطبۂ جمعہ اور نماز جمعہ کا اہتمام ہوتا ہے۔

۶۔ خطبۂ جمعہ دعوت الی اللہ اور اصلاح امت کا سب سے اہم وسب سے مؤثر ذریعہ ہے جس کے چند اسباب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ خطبۂ جمعہ ایک دینی فریضہ ہے اور علماء امت اسے دینی فریضہ ہی سمجھ کر انجام دیتے ہیں جس کی وجہ سے جمعہ کے خطباء خطبۂ جمعہ کے لئے خصوصی تیاری کرتے ہیں اور اذان جمعہ سے پہلے ہی پورے اہتمام اور جوش وجذبہ کے ساتھ منبر پر بیٹھ جاتے ہیں۔

۲۔ جتنی خاموشی اور سکون سے سامعین کو خطبۂ جمعہ سننے کا موقع ملتا ہے اتنی خاموشی اور سکون بڑے بڑے کانفرنسوں اور دینی واصلاحی اجتماعات اور دروس میں نظر نہیں آتی۔

۳۔ جتنے بھی سامعین جمعہ کے روز خطبۂ جمعہ سننے کے لیے حاضر ہوتے ہیں ان کے سامنے چونکہ صرف ایک ہی خطیب ہوتا ہے اس لیے اسے بغور سننے اور سمجھنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، اس کے برخلاف بڑے بڑے اجتماعات اور بڑی بڑی کانفرنسوں میں جہاں بہت سارے خطباء باری باری خطاب کرتے ہیں وہاں ہر سامع صرف اپنی پسند کے

خطیب کی باری کا انتظار کرتا ہے اس کے علاوہ جتنے بھی خطباء اسٹیج پر آتے ہیں ان کے خطابات کو توجہ اور دلجمعی سے سننے کی کوشش نہیں کرتا۔

۴۔ چونکہ سامعین کی اکثریت جمعہ کے دن خصوصی غسل، عمدہ وخوبصورت لباس اور خوشبو وغیرہ کا اہتمام کر کے آتی ہے اس لیے ان کا ذہن خطبہ سننے کے لیے بالکل تیار ہوتا ہے اور مختصر وقت میں خالص کتاب وسنت کی روشنی میں خطبہ سننے کے بعد اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے ان کا جس قدر تزکیہ ہوتا ہے وہ دیگر پروگراموں، کانفرنسوں اور دینی جلسوں کے خطبات کے ذریعہ نہیں ہو پاتا۔

۷۔ خطبۂ جمعہ کی اہمیت اس بات سے بھی ثابت ہوتی ہے کہ وہ خطبہ بطور خاص کسی بلند جگہ منبر وغیرہ یا اونچی جگہ پر چڑھ کر دیا جاتا ہے۔

نبی ﷺ کے خطبہ کے لیے بھی ایک منبر تھا جس پر چڑھ کر آپ خطبہ دیا کرتے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقُومُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَجَرَةٍ أَوْ نَخْلَةٍ، فَقَالَتْ: امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ أَوْ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَلَا نَجْعَلُ لَكَ مِنْبَرًا، قَالَ: إِنْ شِئْتُمْ فَجَعَلُوا لَهُ مِنْبَرًا فَلَمَّا كَانَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ دُفِعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَصَاحَتِ النَّخْلَةُ صِيَاحَ الصَّبِيِّ، ثُمَّ نَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضَمَّهُ إِلَيْهِ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّنُ قَالَ: كَانَتْ تَبْكِي عَلَى مَا كَانَتْ تَسْمَعُ مِنَ الذِّكْرِ عِنْدَهَا"

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے ایک درخت (کے تنے) کے پاس کھڑے ہوتے یا (بیان کیا کہ) کھجور کے درخت کے پاس۔ پھر ایک انصاری عورت نے یا کسی صحابی نے کہا: یا رسول اللہ! کیوں نہ ہم آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تمہارا جی چاہے تو کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے لیے منبر تیار کر دیا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو آپ اس منبر پر تشریف لے گئے۔ اس پر اس کھجور کے تنے سے بچے کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ منبر سے اترے اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ جس طرح بچوں کو چپ کرنے کے لیے لوریاں دیتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اسی طرح اسے چپ کرایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تنا اس لیے رو رہا تھا کہ وہ اللہ کے اس ذکر کو سنا کرتا تھا جو اس کے قریب ہوتا تھا" [صحیح بخاری: ٣٥٨٤]

۸۔ اسلام میں خطبۂ جمعہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ خطبۂ جمعہ کے دوران خطبہ کو غور سے سننا ہر مسلمان پر واجب اور ضروری ہے دورانِ خطبہ کسی بات کرنے والے کو منع کرنے کو بھی نبی ﷺ نے لغو بات قرار دیا ہے۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ، عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:"إِذَا قُلْتَ لِصَاحِبِکَ أَنْصِتْ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْإِمَامُ یَخْطُبُ، فَقَدْ لَغِیتَ "قَالَ أَبُو الزِّنَادِ:"هِیَ لُغَةُ أَبِی هُرَیْرَةَ، وَإِنَّمَا هُوَ فَقَدْ لَغَوْتَ"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جب تو اپنے ساتھی سے کہے چپ رہ جمعہ کے دن اور امام خطبہ پڑھتا ہے تو تو نے لغوبات کی''[صحیح مسلم :۱۹۸۶، صحیح بخاری: ٩٣٤]

۹۔ جمعہ کے دن حاضری لینے والے فرشتے بھی خطبۂ جمعہ شروع ہوتے ہی اپنا رجسٹر لپیٹ لیتے ہیں، اور وہ بھی خطبہ سننے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ:قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ:"إِذَا کَانَ یَوْمُ الْجُمُعَةِ کَانَ عَلَی کُلِّ بَابٍ مِنْ أَبْوَابِ الْمَسْجِدِ الْمَلَائِکَةُ یَکْتُبُونَ الْأَوَّلَ فَالْأَوَّلَ، فَإِذَا جَلَسَ الْإِمَامُ طَوَوْا الصُّحُفَ وَجَاءُوا یَسْتَمِعُونَ الذِّکْرَ"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سب سے پہلے آنے والے اور پھر اس کے بعد آنے والوں کو نمبر وار لکھتے جاتے ہیں۔ پھر جب امام (خطبے کے لیے منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو یہ فرشتے اپنے رجسٹر بند کر لیتے ہیں اور ذکر (خطبہ) سننے لگ جاتے ہیں''[صحیح بخاری:۳۲۱۱]

۱۰۔ خطبۂ جمعہ کے دوران کتنا بھی اہم تجارتی قافلہ کیوں نہ آجائے خطبہ کو چھوڑ کر سامان تجارت خریدنا سراسر حرام ہے۔

﴿وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَیْهَا وَتَرَکُوکَ قَائِمًا قُلْ مَا عِندَ اللّٰهِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللّٰهُ خَیْرُ الرَّازِقِینَ﴾

''اور جب کوئی سودا بکتا دیکھیں یا کوئی تماشا نظر آجائے تو اس کی طرف دوڑ جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ کھیل اور تجارت سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہترین روزی رساں ہے''[الجمعة: ١١]

مذکورہ آیت کریمہ کے شان نزول سے متعلق صحیح بخاری کی ایک روایت پیش خدمت ہے:

عن جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، قَالَ:"أَقْبَلَت عِیرٌ یَوْمَ الْجُمُعَةِ وَنَحْنُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ، فَثَارَ النَّاسُ إِلَّا اثْنَیْ عَشَرَ رَجُلًا، فَأَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَیْهَا وَتَرَکُوکَ قَائِمًا"

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: ''جمعہ کے دن سامان تجارت لیے ہوئے اونٹ آئے ہم اس وقت نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے انہیں دیکھ کر سوائے بارہ آدمی کے سب لوگ ادھر ہی دوڑ پڑے''

اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ''وإذا رأوا تجارة أو لهوا انفضوا إليها '' یعنی اور بعض لوگوں نے جب کبھی ایک سودے یا تماشے کی چیز کو دیکھا تو اس کی طرف دوڑے ہوئے پھیل گئے ۔[سورة الجمعة: ١١]

۱۱۔خطبۂ جمعہ خاموشی سے بغور سننے اور امام کے ساتھ باجماعت نماز جمعہ ادا کرنے سے ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہِ صغیرہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ:قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ:''مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ فَاسْتَمَعَ وَأَنْصَتَ، غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ، وَزِيَادَةُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ، وَمَنْ مَسَّ الْحَصَى فَقَدْ لَغَا ''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو وضو کرے اور خوب وضو کرے، پھر جمعہ میں آئے خطبہ سنے اور چپ رہے، اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے گناہ بخشے جائیں گے۔ اور تین دن کے اور زیادہ اور جو کنکریوں سے کھیلے اس نے بے فائدہ کام کیا'' [صحيح مسلم :١٩٨٨]

صحیح مسلم کی حدیث:۱۹۸۷۔ میں نماز جمعہ باجماعت ادا کرنے کا تذکرہ ان الفاظ ''ثم يصلي معه '' کے ساتھ موجود ہے۔

۱۲۔خطبۂ جمعہ عیدین کے خطبوں سے بھی زیادہ اہم ہے کیونکہ عیدین کا خطبہ عیدین کی نماز کے بعد دیا جاتا ہے اور خطبۂ جمعہ نماز جمعہ سے پہلے دیا جاتا ہے، اسی طرح عیدین کا خطبہ سننا سنت اور جمعہ کا خطبہ سننا واجب ہے۔

(فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ ج:۱۱ص: ۱۲۱۰۰، ترقیم الشاملۃ) میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ عید کا خطبہ سنت ہے، اس میں حاضر ہونا اور اس کا سننا واجب نہیں اسی طرح سے اگر کوئی شخص اس میں حاضر نہ ہو سکے تو ایسے شخص کے لئے اس خطبہ کو لوٹانا بھی واجب نہیں ہے۔

دلیل :عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ السَّائِبِ، قَالَ:''شَهِدْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْعِيدَ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ، قَالَ:إِنَّا نَخْطُبُ، فَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَجْلِسَ لِلْخُطْبَةِ فَلْيَجْلِسْ، وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَذْهَبَ فَلْيَذْهَبْ''

عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ''میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عید میں حاضر ہوا تو جب آپ نماز پڑھ چکے تو فرمایا: ہم خطبہ دیں گے تو جو شخص خطبہ سننے کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھے اور جو جانا چاہے جائے'' [سنن ابوداؤد: ١١١٥] علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ رب کریم ہم مسلمانوں کو خطبۂ جمعہ کی اہمیت کو بغور سننے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تکبر وتعلّی ایک مذموم خصلت

محمد محبّ اللہ محمدی۔سپول،بہار

تکبر وتعلّی ،عجب پسندی، انا، انتہائی مذموم خصلت ہے، اس کے بہت سے مفاسد ومضرات ہیں، اس کے نتیجے انتہائی خطرناک ہوتے ہیں، یہ ایسی گھناؤنی صفت ہے جوانسان کے ذہن ودماغ کو ماؤف کردیتی ہے، وہ اگر قرآن وحدیث کی تعلیمات کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اپنے تعلیٰ کے زعم میں اسے سوفیصد صحیح اور عین صواب سمجھتا ہے،اس کی عقل اور دماغ اس طرح ماری جاتی ہے کہ وہ اپنے اساتذہ اوراچھے اچھے علماء وجہابذۂ فن کوبھی علمی مجال میں بونا سمجھتا ہے،اوراپنی سمجھ ورائے کوحرف آخر سمجھتا ہے بلکہ قرآن وحدیث کےعین مطابق گردانتا ہے،اوراکابر علماء کاجب تذکرہ کرتا ہے تو سامعین کو یہ احساس دلاتا ہے کہ اسے ان پر علمی برتری وتفوق حاصل ہے، دوسرے کا جائزہ لیتا ہے، دوسرے کا احتساب کرتا ہے دوسرے کی گردن ناپتا ہے، دوسرے کی پگڑی اچھالتا ہے، اپنی ہمہ دانی، زبان آوری اور ژرثرہ بازی کا خبط ایسا سوار ہوتا ہے کہ خود احتسابی کی اسے توفیق نہیں ہوتی، اپنی لیاقت کا اتنا غرہ کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے نبوی طریق کو بالائے طاق رکھ کر برملا وبے باک ہوکر بھری مجلس میں لوگوں کوان کی کوتاہیوں اور خامیوں پرٹوک کران کی دل آزاری کرکے اپنی انا کوتسکین پہنچاتا ہے،اسی عجب پسندی،انا،اورتکبر نے بہت سارے انسانوں کو غارت کیا، یہ ابلیسی اور شیطانی صفت جب کوئی اپناتا ہے تو اس کے اندر حسد،بغض وکڑھن اور جلن سب پیدا ہوتا ہے ،پھرعداوت ودشمنی اور سرپھٹول تک معاملہ پہنچ جاتا ہے، اورنسل درنسل یہ سلسلہ چلتا ہے اور جنگ بعاث کی تصویر پیش کرتا ہے۔

اسی تکبر وتعلیٰ کے بھنور میں جب ابلیس پھنسا تو امر الٰہی سے سرتابی کربیٹھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کاحکم دیا تو اس نے غرور وتکبر کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

﴿أَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ﴾

’’کہ میں آدم سے بہتر ہوں،تونے مجھے آگ سے پیدا کیا اوراسے خاک سے بنایا ہے‘‘[الاعراف:۱۲]

مطلب یہ ہے کہ اس نے غلط قیاس کیا کہ میری تخلیق آگ سے ہے اورآگ کی خاصیت علو اور بلندی ہے اور آدم کی تخلیق مٹی سے ہے اور مٹی کی خاصیت پستی ہے،اس لیے مجھے آدم پر بلندی وبرتری حاصل ہے پھرکیونکر میں خاکی آدم کوسجدہ کروں؟ چنانچہ ابلیس کی یہ تعلّی اسے لے ڈوبی، اللہ نے اسے راندۂ درگاہ اورملعون قرار دیا،فرمان

الٰہی ہے:

﴿قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ .وَإِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ﴾

''فرمایا اب تو بہشت سے نکل جا کیوں کہ تو راندہ درگاہ ہے۔اور تجھ پر میری پھٹکار ہے قیامت کے دن تک''

[الحجر:٣٤-٣٥]

اسی کبر ونخوت وگھمنڈ نے قارون کو زمین کے اندر دھنسا دیا،اس کا کبرا تنا بڑھ چکا تھا کہ کہتا تھا:

﴿قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَى عِلْمٍ عِنْدِي أَوَلَمْ يَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَأَكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ﴾

''قارون نے کہا یہ سب کچھ مجھے میری اپنی سمجھ کی بنا پر ہی دیا گیا ہے،کیا اسے اب تک یہ نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے بہت سے بستی والوں کو غارت کر دیا جو اس سے بہت زیادہ قوت والے اور بہت بڑی جمع پونجی والے تھے۔اور گنہگاروں سے ان کے گناہوں کی باز پرس ایسے وقت نہیں کی جاتی'' [القصص:٧٨]

اللہ نے اسے بہت ساری دولت سے نوازا تھا پس اس نے استعلاء وتکبر کیا چنانچہ اس نے اظہار کبر کے لیے غیروں کے مقابلے میں اپنا کپڑا ایک بالشت لمبا بنالیا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا:

﴿فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِينَ﴾

''(آخرکار) ہم نے اسے اس کے محل سمیت زمین میں دھنسا دیا اور اللہ کے سوا کوئی جماعت اس کی مدد کے لیے تیار نہ ہوئی نہ وہ خود اپنے بچانے والوں میں سے ہوسکا'' [القصص:٨١][بحوالہ تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن :ص: ١١١٢-١١١٤]

اسی تعلّی وتکبر کا شکار فرعون بھی تھا،جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يُذَبِّحُ أَبْنَاءَهُمْ وَيَسْتَحْيِي نِسَاءَهُمْ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ﴾

''یقیناً فرعون نے زمین میں سرکشی کر رکھی تھی اور وہاں کے لوگوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا اور ان میں سے ایک فرقہ کو کمزور کر رکھا تھا اور ان کے لڑکوں کو تو ذبح کر ڈالتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔بیشک وشبہ وہ تھا ہی مفسدوں میں سے'' [القصص:٤]

فرعون اپنے آپ کو رب تک کہہ بیٹھا، چنانچہ اللہ نے اس کو دنیا وآخرت کے عذاب میں گرفتار کرلیا فرمان الٰہی ہے:

﴿فَأَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْآخِرَةِ وَالْأُولَى﴾

''تو (سب سے بلند وبالا) اللہ نے بھی اسے آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں گرفتار کرلیا'' [النازعات :٢٥]

تکبر وگھمنڈ کا برا انجام اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کیا کہ ایسا کرنے والا جنت سے محروم ہوگا، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ﴾

''آخرت کا یہ بھلا گھر ہم ان ہی کے لیے مقرر کردیتے ہیں جو زمین میں اونچائی بڑائی اور فخر نہیں کرتے نہ فساد کی چاہت رکھتے ہیں۔ پرہیزگاروں کے لیے نہایت ہی عمدہ انجام ہے'' [القصص:٨٣]

بہرکیف ! تکبر وگھمنڈ ایک مذموم صفت ہے، بری عادت ہے، ہمارے اسلاف کی پوری تاریخ پڑھیے کبر وغرور وشیخی بگھارنا ان کے یہاں نہیں ملے گا، وہ تو تواضع وانکساری کی دولت سے مالا مال تھے، ان کے یہاں کسر نفسی تھی، جیسا کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

عن عياض بن حمار رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ''وَإِنَّ اللّٰهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ''

عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے میری طرف وحی بھیجی کہ آپس میں تواضع اختیار کرو، حتیٰ کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کسی پر زیادتی کرے'' [صحيح مسلم :٢٨٦٥]

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

''وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ''

''جو صرف اللہ کے کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بلند فرماتا ہے'' [صحيح مسلم :٢٥٨٨]

اسی طرح ایک حدیث میں متکبر کو جہنم کی وعید سناتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ حَارِثَةَ بْنِ وَهْبٍ الْخُزَاعِيِّ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: ......''أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ

النَّارِ؟ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ"

حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:......" کیا میں تمہیں جہنمیوں کی خبر نہ دوں؟ ہر سرکش، بخیل، اور متکبر جہنمی ہے" [صحيح بخاری: ٦٠٧١]

لیکن حیف صد حیف تکبر و گھمنڈ ہر قسم کے آدمی میں موجود ہے، کوئی اپنے علم پر غرور کرتا ہے تو کوئی اپنے قلم پر، کوئی اپنے حسن کا جلوہ دکھاتا ہے تو کوئی اپنی، دولت جاہ، حشم، خویش واقارب پر پھولے نہیں سماتا، کوئی کہتا ہے میں فلاں خاندان کا ہوں اور کوئی کہتا ہے میں فلاں برادری کا ہوں، الغرض سماج و معاشرہ کے ہر طبقے میں گھمنڈ و تکبر اور سطوت وجلال کا رواج ہے، ایک دوسرے کو نیچا دکھانا اور کوڑا کرکٹ کا ڈھیر سمجھنا زیادہ ہی آج کل عام ہو گیا ہے، لیکن سب سے زیادہ افسوس کن امر یہ ہے کہ یہ قبیح و شنیع خصلت آج پڑھے لکھے لوگوں میں بھی سرایت کر گئی ہے۔ کچھ ایسے علماء بھی ہیں جو اپنے آپ کو اسلام کا پرچارک سمجھتے ہیں، قرآن وحدیث کی تعلیمات کا مبلغ سمجھتے ہیں، مگر وہ صرف گفتار کے غازی ہیں کردار کے نہیں، ان کے دعوے کھوکھلے ہوتے ہیں، ان کا رہن سہن، ان کی نشست و برخاست اور طرز تکلم بات چیت سے تعلیٰ و تکبر کی بو آتی ہے، ہر مجلس میں "میں" "میں" کی رٹ لگاتے ہیں، اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے نہیں چوکتے، ہر مسئلہ میں اپنی زبان کھولتے ہیں (اگر چہ اس کا علم نہ ہو) مفتی و مستفتی افتاء کے شروط و آداب کا پاس ولحاظ نہیں رکھتے، فتوے کی زبان بالکل قینچی کی طرح چلاتے ہوئے حلال وحرام کا فتوی ٹھونک دیتے ہیں حالانکہ حلال کی تعریف اگر ان سے پوچھ لیا جائے تو بغلیں جھانکنے لگیں گے، کچھ دن پہلے ایک جلیل القدر مفتی نے "مسلمانوں کا کفار کے مردوں کو جلانے کا حکم" پر دلائل وشواہد و براہین کے ساتھ اس مسئلہ کو دو دو چار کیا تو اس طرح کے کچھ کم ظرفوں نے فوراً سخت نوٹس لیا اور دشنام طرازی اور گالیوں کا بوچھار لگا دیا۔

اسی طرح ایک بہت بڑے عالم، فن حدیث کے ماہر نے مشہور حدیث "لا عدوی ولا طیرة" کی صحیح تشریح مع حوالہ پیش کیا تو اسی طرح کے کسی آدمی نے اتنے گندے گندے الفاظ استعمال کیے کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا، سچ کہا کسی شاعر نے:

رکھنا ہے کہیں پاؤں تو رکھو ہو کہیں پاؤں چلنا ذرا آیا ہے تو اترائے چلو ہو

اللہ سے دعا ہے کہ ہم سبھی کو تکبر و تعلی سے دور رکھے، اور اسوۂ نبوی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا کرے آمین۔

☆☆☆

نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد، مٹی دینے سے دو قیراط کا ثواب نہیں ملتا

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

محترم قارئین: ۱۱ ر ستمبر ۲۰۲۱ء، بروز سنیچر شیخ وصی اللہ مدنی حفظہ اللہ (ناظم اعلیٰ ضلعی جمعیت اہل حدیث، ضلع سدھارتھ نگر یوپی) کے والد محترم اِس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اللہ اُن کی مغفرت فرمائے، اور اُن کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔

اللہ کے فضل و کرم بعدہ شیخ عبید الرحمٰن ریاضی حفظہ اللہ کی مدد سے میں شیخ وصی اللہ مدنی حفظہ اللہ کے گاؤں پہنچا اور اُن کے والدِ محترم کی نمازِ جنازہ ادا کی، الحمد للہ علماء کرام کی ایک اچھی تعداد آپ رحمہ اللہ کے جنازے میں موجود تھی، نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد تمام احباب قبرستان پہنچے، پھر کچھ ہی دیر بعد ایک ایک کر کے تمام احباب نے مٹی دینا شروع کیا اور مٹی دے کر قبرستان سے نکلنے لگے، جب یہ منظر شیخ مطیع اللہ حقیق اللہ المدنی حفظہ اللہ نے دیکھا تو جہاں سے لوگ قبرستان سے باہر کی طرف نکل رہے تھے، وہیں پر کھڑے ہو کر حدیث پڑھتے ہوئے لوگوں سے کہنے لگے کہ تدفین تک رکیں، دو قیراط کا ثواب ملے گا اور میت کے لیے استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کریں۔

اُس وقت ایک بھائی نے یہ کہا - جبکہ میں اُن کے پیچھے ہی کھڑا ہوا تھا - کہ: نمازِ جنازہ پڑھ لیے ہیں اور مٹی بھی دے دیئے ہیں تو اب دو قیراط کا ثواب مل جائے گا، یہ کہہ کر وہ بھائی چلے گئے۔

راقم کہتا ہے کہ میرے بھائی! نمازِ جنازہ پڑھنے کے بعد مٹی دے دینے سے دو قیراط کا ثواب نہیں ملتا ہے۔

دو قیراط کا ثواب کب ملتا ہے؟ اِس تعلق سے ایک صحیح اور صریح حدیث آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”مَنِ اتَّبَعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ مِنَ الأَجْرِ بِقِيرَاطَيْنِ، كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ، وَمَنْ صَلَّى عَلَيْهَا ثُمَّ رَجَعَ قَبْلَ أَنْ تُدْفَنَ، فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطٍ“

”جو شخص ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی امید کرتے ہوئے کسی مسلمان کے جنازے کے ساتھ جائے اور نمازِ جنازہ و دفن سے فارغ ہونے تک اُس کے ساتھ رہے تو وہ دو قیراط ثواب لے کر لوٹے گا، ہر قیراط اُحد پہاڑ کے برابر ہوگا اور جو شخص صرف نماز پڑھ کر دفن سے پہلے لوٹ آئے تو وہ ایک قیراط ثواب لے کر لوٹے گا“ [صحيح البخاري: ٤٧]

سالم بن عبد اللہ بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھ کر واپس ہو جاتے تھے۔ جب آپ کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث پہنچی تو آپ نے خباب المدنی رحمہ اللہ کو عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

اِس حدیث کی تصدیق کے لیے بھیجا تو آپ رضی اللہ عنہا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق کی پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "لَقَدْ فَرَّطْنَا فِي قَرَارِيطَ كَثِيرَةٍ"

"بلاشبہ ہم نے بہت سارے قیراط کو ضائع کر دیا" [صحيح البخاري: ١٣٢٣، وصحيح مسلم: ٩٤٥]

مذکورہ حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو شخص ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی امید کرتے ہوئے کسی مسلمان میت کی نمازِ جنازہ ادا کرے اور تدفین مکمل ہونے تک اُس کے ساتھ رہے تو اسے دو قیراط کا ثواب ملے گا اور جو شخص ایمان کے ساتھ اور اجر و ثواب کی امید کرتے ہوئے کسی مسلمان میت کی نمازِ جنازہ ادا کرے اور مٹی دے کر واپس چلا جائے تو ایسے شخص کو دو قیراط کا ثواب نہیں ملے گا کیونکہ اُس نے تدفین مکمل ہونے سے پہلے ہی میت کا ساتھ چھوڑ دیا اور جنازے میں موجود تمام مسلمانوں کے مٹی دے دینے سے تدفین مکمل نہیں ہوتی ہے بلکہ اُس کے بعد بھی کچھ کام ہوتے ہیں جن کو کرنے کے بعد ہی تدفین مکمل ہوتی ہے۔

اب رہی بات تدفین کے بعد میت کے حق میں استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کی تو جو شخص تدفین مکمل ہونے تک میت کے ساتھ رہے گا تو بلاشبہ وہ میت کے حق میں استغفار اور ثابت قدمی کی دعا میں ضرور حاضر رہے گا کیونکہ تدفین کے مکمل ہونے کے بعد فوراً یہ دعا کی جاتی ہے اور یہی حدیث سے ثابت بھی ہے جیسا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ، فَقَالَ :اسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ بِالتَّثْبِيتِ، فَإِنَّهُ الْآنَ يُسَأَلُ"

"نبی کریم ﷺ جب میت کی تدفین سے فارغ ہو جاتے تو قبر پر رکتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لیے استغفار کرو اور ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اب اِس سے سوال کیا جائے گا" [سنن ابی داؤد بتحقيق الالبانی، ح: ٣٢٢١ وحسنه المحقق رحمه الله]

میرے اسلامی بھائیو! جب آپ کسی مسلمان کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوں تو حتی الامکان کوشش کریں کہ آپ دو قیراط ثواب لے کر اور میت کے حق میں استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کر کے لوٹیں۔ ہاں! اگر کوئی بہت ہی سخت ضرورت ہو اور آپ نکل آئیں تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

ہمارے معاشرے کے اکثر و بیشتر مسلمان مٹی دے کر چلے جاتے ہیں، ہمیں اسے ختم کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم سب مل کر اپنے بھائی کے حق میں استغفار اور ثابت قدمی کی دعا کر سکیں اور اسے فائدہ پہنچا سکیں۔ واللہ ولی التوفیق.

اب جس کے جی میں آئے، وہی پائے روشنی — ہم نے تو دل جلا کے سرِ عام رکھ دیا

صلہ رحمی (قرابت داروں کے حقوق)

تحریر صالح بن طہ عبدالواحد

ترجمانی رضوان اللہ عبدالرؤف سراجی

اللہ کے بندو! ہر انسان کے قریبی اس کے قرابت دار ہوا کرتے ہیں جیسے ماں باپ، بیٹا بیٹی اور ہر وہ شخص جو انسان اوران کے مابین ہو، وہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے، بیٹے کی طرف سے ہو یا بیٹی کی طرف سے۔[الضیاء اللامع:ص:۵۰۵]

ویسے بیشتر لوگ تو قرابت داروں کے معاملے میں سستی سے کام لیتے ہیں اسی لیے وہ اپنے قرابت داروں کو اہمیت نہیں دیتے بلکہ ان سے الگ تھلگ رہتے ہیں اور انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی ہے حالانکہ دین اسلام میں قرابت داروں کا بڑا مقام ہے، اس کی وضاحت مندرجہ ذیل دلائل سے ہوتی ہے۔

صلہ رحمی کی اہمیت: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِی تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ﴾

''اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو'' [النساء:۱]

''وَ الْاَرْحَامَ'' کا مفہوم بتاتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں:''وَاتَّقُوا الْاَرْحَامَ اَنْ تَقْطَعُوهَا'' ''رشتے ناطے توڑنے سے بچو''[تفسير القرطبي : ۲/۵ ،تفسير الطبري :۲۲۷/٤ ، تفسير إبن كثير : ٤٤٩/١ ، جامع البيان :٤/ ۲۲۷]

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللّٰهُ رحم''

''رحم (رشتہ ناتا) عرش سے لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھ کو ملائے گا اللہ اس کو ملائے گا اور جو مجھ کو کاٹے گا اللہ اس کو کاٹے گا''[صحيح مسلم :۲۵۵۵]

ایک اور جگہ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اَنَا اللّٰهُ، وَاَنَا الرَّحْمٰنُ، خَلَقْتُ الرَّحِمَ، وَشَقَقْتُ لَهَا مِنَ اسْمِي، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ، وَمَنْ قَطَعَهَا بَتَتُّهُ''

''میں اللہ ہوں اور میں ہی رحمٰن، میں نے رحم (رشتے داری) کو پیدا کیا ہے اور میں نے اسے اپنے نام سے نکالا ہے جو اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے کاٹے گا میں اسے کاٹوں گا'' [جامع الترمذی:۱۹۰۷، المستدرك على الصحيحين للحاكم:۱۷٤/٤ ، صحيح إبن حبان للحاكم :۱۸۷/۲ ، صحيح الترغيب والترهيب :۲۵۲۸]

ایک اور جگہ فرمایا: ''إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ حَتَّى إِذَا فَرَغَ مِنْهُمْ قَامَتِ الرَّحِمُ، فَقَالَتْ: هَذَا مَقَامُ الْعَائِذِ مِنَ الْقَطِيعَةِ، قَالَ: نَعَمْ، اَمَا تَرْضَيْنَ اَنْ اَصِلَ مَنْ وَصَلَكِ، وَاَقْطَعَ مَنْ قَطَعَكِ؟ قَالَتْ: بَلَى، قَالَ: فَذَاكِ لَكِ ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ: (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ. اُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمَى اَبْصَارَهُمْ. اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلَى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا). [محمد: ۲۲ . ۲۴]

''جب اللہ تمام مخلوق کو پیدا کر کے فارغ ہوگیا تو رحم (رشتہ ناتا) کھڑی ہوئی اور بولی: یہ مقام اس کا ہے جو ناتا توڑنے سے پناہ چاہے، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ہاں، کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ میں اس سے جڑوں جو تجھ کو جوڑے اور اس سے کٹوں جو تجھ کو کاٹے؟ (رحم) بولی: کیوں نہیں، (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: پس یہی تیرے لیے ہے پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو (فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ. اُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمَى اَبْصَارَهُمْ. اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ اَمْ عَلَى قُلُوبٍ اَقْفَالُهَا) ''اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کردو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے۔ کیا یہ قرآن میں غور وفکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ [صحیح بخاری:۵۹۸۷، صحیح مسلم :۲۵۵٤]

رشتے داروں کے حقوق: اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ کے نزدیک رشتہ داروں کا بڑا مقام ہے، ان کے بے شمار حقوق ہم پر عائد ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل سطور میں چند حقوق پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلا حق یہ ہے کہ ہم رشتے داروں سے جڑ کر رہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن میں ہمیں صلہ رحمی کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى﴾

''اللہ عدل اور بھلائی کا اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے'' [النحل: ۹۰]

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى﴾

''اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک واحسان کرو'' [النساء:٣٦]

اورفرمایا: ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾

''اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور بیجا خرچ سے بچو'' [الإسراء:٢٦]

اورفرمایا: ﴿فَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ ذَلِكَ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

''پس قرابت داروں کو، مسکینوں کو، مسافروں کو ان کا حق دے دو، یہ ان کے لئے بہتر ہے جو اللہ کا چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں، وہی لوگ کامیاب ہیں'' [الروم:٣٨]

اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بلکہ اللہ کے رسول ﷺ نے بھی ہمیں صلہ رحمی کا حکم دیا ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَلْيَصِلْ رَحِمَهُ''

''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے'' [صحيح بخاری :٦١٣٨]

اورفرمایا: ''اتَّقُوا اللّٰهَ، وَصِلُوا اَرْحَامَكُمْ''

''اللہ سے ڈرو اور اپنے رشتے داروں سے مل کر رہو'' [معجم الاوسط للطبرانی :١٨/٦، رقم الحديث :٥٦٦٤، شعب الإيمان للبيهقي:٧٥٧٧، الصحيحة:٨٦٩]

ایک اور جگہ فرمایا: '' بُلُّوا اَرْحَامَكُمْ وَلَوْ بِالسَّلَامِ '' ''اپنے رشتے داروں سے مل کر رہو خواہ سلام کے ذریعہ ہی کیوں نہ ہو'' [شعب الإيمان للبيهقي :٢٢٦/٦ ، رقم الحديث :٧٦٠٣، مسندالشهاب :٣٧٩/١ ، رقم الحديث:٦٥٣، صحيح الجامع :٢٨٣٨]

صلہ رحمی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ نبی ﷺ نے موت کے وقت اس کی وصیت کی ہے جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کہ رسول ﷺ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا ''ارحامکم ارحامکم'' تمہارے رشتے دار تمہارے رشتے دار۔ [صحيح إبن حبان :١٧٩/٢ ، رقم الحديث :٤٣٦،صحيح موارد الظمآن:١٧٠٩]

اے اللہ کے بندو! اس لیے صلہ رحمی کرو اور رشتہ داروں سے مل کر رہو اور صلہ رحمی کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ بسا اوقات ان کی زیارت کے لیے ان کے گھر چلے جایا کرو، انہیں تحفے تحائف پیش کرو، ان پر خرچ کرو اور پیار محبت

سے، نرم مزاجی اور ہشاش بشاش چہرے کے ساتھ، ادب و احترام سے اور ہر اس جائز طریقے سے ان سے ملو جو لوگوں کے درمیان رائج ہے۔

اے انسان! اگر تو سنے کہ تیرا رشتہ دار تیرے لیے دعا کر رہا ہے، تیری تعریف کر رہا ہے اور تیرا ذکر خیر کر رہا ہے تو تو کہہ کہ اس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جان لے کہ تو نے اس کے ساتھ صلہ رحمی کیا اور اسے جوڑا اور اگر سن کہ وہ تیرے حق میں بد دعا کر رہا ہے، لوگوں سے تیری شکایتیں کر رہا ہے اور تیرا ذکر برائیوں کے ساتھ کر رہا ہے تو کہہ کہ اس نے مجھے کاٹا ہے اللہ اسے کاٹے اور جان لے کہ اتنا کہہ دینے سے تو نے اسے کاٹ دیا۔

اللہ کے بندو! گو آپ کا رشتہ دار آپ کو کاٹے لیکن آپ سے صلہ رحمی ہی مطلوب ہے جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''لَيۡسَ الۡوَاصِلُ بِالۡمُكَافِىءِ، وَلَكِنِ الۡوَاصِلُ الَّذِى إِذَا قُطِعَتۡ رَحِمُهُ وَصَلَهَا''

''کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے'' [صحيح بخاری: ۵۹۹۱]

ایک شخص بولا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں اور وہ برائی کرتے ہیں، میں رشتہ ملاتا ہوں اور وہ توڑتے ہیں، میں بردباری کرتا ہوں اور وہ جہالت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَئِنۡ كُنۡتَ كَمَا قُلۡتَ، فَكَأَنَّمَا تُسِفُّهُمُ الۡمَلَّ وَلَا يَزَالُ مَعَكَ مِنَ اللّٰهِ ظَهِيرٌ عَلَيۡهِمۡ مَا دُمۡتَ عَلَى ذَلِكَ''

''اگر حقیقت میں تو ایسا ہی کرتا ہے تو ان کے منہ پر جلتی راکھ ڈالتا ہے اور ہمیشہ اللہ کی طرف سے تیرے ساتھ ایک فرشتہ رہے گا جو تم کو ان پر غالب رکھے گا جب تک تو اس حالت پر رہے گا'' [صحيح مسلم: ۲۵۵۸]

صلہ رحمی کا فائدہ: اللہ کے بندو! صلہ رحمی کا بہت بڑا فائدہ ہے کیوں کہ صلہ رحمی کرنے والوں کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی ہے اس لیے کہ صلہ رحمی:

۱۔ مال میں اضافے اور رزق میں وسعت کا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

'' إِنَّ أَعۡجَلَ الطَّاعَةِ ثَوَابًا صِلَةُ الرَّحِمِ حَتَّى إِنَّ أَهۡلَ الۡبَيۡتِ لِيَكُونُوا فَجَرَةً فَتَنۡمُو أَمۡوَالُهُمۡ وَيَكۡثُرُ عَدَدُهُمۡ إِذَا تَوَاصَلُوا''

’’اطاعت میں جلد ثواب پانے والا عمل صلہ رحمی ہے حتیٰ کہ گھر والے فاسق وفاجر ہوتے ہیں اور ان کے اموال میں ترقی ہوتی ہے، ان کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جب لوگ صلہ رحمی کرتے ہیں‘‘ یہ روایت صحیح ہے، [صحیح إبن حبان:۱۸۲/۲ ، رقم الحدیث:٤٤٠، صحیح الجامع :٥٧٠٥]

ایک اور جگہ فرمایا: ’’ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُبْسَطَ لَهُ فِی رِزْقِهِ، وَیُنْسَاَ لَهُ فِی اَثَرِهِ، فَلْیَصِلْ رَحِمَهُ‘‘
’’جو چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں فراخی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو وہ صلہ رحمی کیا کرے‘‘ [صحیح بخاری :٥٩٨٦، صحیح مسلم:٢٥٥٧]

۲۔ صلہ رحمی لمبی عمر اور بری موت سے نجات کا سبب ہے۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:
’’وَصِلَةُ الرَّحِمِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَحُسْنُ الْجِوَارِ یَعْمُرَانِ الدِّیَارَ، وَیَزِیدَانِ فِی الْاَعْمَارِ‘‘
’’صلہ رحمی، اچھا اخلاق اور اچھا پڑوسی دونوں گھروں کو آباد کرتے اور عمر میں اضافہ کرتے ہیں‘‘ (یہ روایت صحیح ہے)
[مسند احمد:١٥٩/٦، رقم الحدیث :٢٥٢٥٩، شعب الإیمان للبیهقی :٢٢٦/٦، صحیح الجامع :٣٧٦٧]

۳۔ صلہ رحمی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی معیت اور نصرت حاصل ہوتی ہے، ایسے بندے کی اللہ حفاظت کرتا ہے اور اسے نیکیوں کی توفیق عطا فرماتا ہے جیسا کہ جب اللہ کے رسول ﷺ کے پاس پہلی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام غار حرا میں آئے اور بہت سارا معاملہ انجام پایا پھر چلے گئے تو آپ ﷺ غار سے لوٹے تو آپ ﷺ کا دل کانپ رہا تھا، آپ ﷺ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا: ’’زَمِّلُونِی زَمِّلُونِی، فَزَمَّلُوهُ حَتَّی ذَهَبَ عَنْهُ الرَّوْعُ‘‘ ’’مجھے کمبل اڑھادو، مجھے کمبل اڑھادو، لوگوں نے انہیں کمبل اڑھادیا یہاں تک کہ ڈر ان سے چلا گیا‘‘

پھر ساری باتیں خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتانے کے بعد کہا: ’’ لَقَدْ خَشِیتُ عَلَی نَفْسِی‘‘ ’’مجھ کو اب اپنی جان کا خوف ہوگیا ہے۔

تو خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ’’کَلَّا وَاللّٰهِ مَا یُخْزِیکَ اللّٰهُ اَبَدًا، إِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْکَلَّ، وَتَکْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِی الضَّیْفَ، وَتُعِینُ عَلَی نَوَائِبِ الْحَقِّ ‘‘ ’’ہرگز اللہ کی قسم! آپ کو اللہ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کسوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں‘‘ [صحیح بخاری :٣، صحیح مسلم :١٦٠]

۴۔ صلہ رحمی جنت میں جانے کا سبب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:
﴿وَالَّذِینَ یَصِلُونَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ یُوصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَیَخَافُونَ سُوءَ الْحِسَابِ. وَالَّذِینَ

صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولَئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ. جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِكَةُ يَدْخُلُونَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ. سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ. ﴾

''اور اللہ نے جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم دیا ہے وہ اسے جوڑتے ہیں اور وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور وہ اپنے رب کی رضا مندی کی طلب کے لئے صبر کرتے ہیں اور نمازوں کو برابر قائم رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اسے چھپے کھلے خرچ کرتے ہیں اور برائی کو بھی بھلائی سے ٹالتے ہیں، ان ہی کے لئے عاقبت کا گھر ہے۔ ہمیشہ رہنے کے باغات جہاں یہ خود جائیں گے اور ان کے باپ دادوں اور بیویوں اور اولادوں میں سے بھی جو نیکوکار رہوں گے، ان کے پاس فرشتے ہر ہر دروازے سے آئیں گے۔ کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو، صبر کے بدلے، کیا ہی اچھا (بدلہ) ہے اس دار آخرت کا'' [الرعد:۲۱-۲۴]

اسی طرح ایک دیہاتی نے اللہ کے رسول ﷺ سے ایسے عمل کی بابت سوال کیا جو اسے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا، وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصِلُ الرَّحِمَ، دَعِ النَّاقَةَ''

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، صلہ رحمی کرو (یعنی عزیزوں، رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کر (اگر وہ برائی کریں یا ملاقات ترک کریں تو تو نیکی کر اور ان سے ملتا رہ) اور اونٹنی کو چھوڑ دو'' [صحيح بخاری: ۱۳۳۲، صحيح مسلم: ۱۳]

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ مجھے ایسا حکم بتائیے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو اس کی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اَفْشِ السَّلَامَ، وَاَطْعِمِ الطَّعَامَ، وَصِلِ الْاَرْحَامَ، وَصَلِّ وَالنَّاسُ نِيَامٌ، ثُمَّ ادْخُلِ الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ''

''سلام کو عام کرو، (بھوکوں کو) کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور نماز ادا کرو اس حال میں کہ لوگ سو رہے ہوں پھر جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ'' [مسند احمد: ۳۲۳/۲، رقم الحديث: ۸۲۹۵، المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۱۴۴/۴، رقم الحديث: ۷۱۷۴، صحيح إبن حبان: ۲۶۱/۲، رقم الحديث: ۵۰۸، صحيح الجامع: ۱۰۸۵] (یہ روایت صحیح ہے)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب اعمال میں سے ایک عمل صلہ رحمی بھی ہے اور یہ عمل سب سے افضل ہے جیسا

کہ ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''إِيمَانٌ بِاللّٰهِ.قَالَ:قُلْتُ:يَا رَسُولَ اللّٰهِ، ثُمَّ مَهُ؟ قَالَ:ثُمَّ صِلَةُ الرَّحِمِ''

''اللہ پر ایمان لانا، وہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول پھر کون؟ فرمایا پھر صلہ رحمی'' [مسند ابی يعلى :۲۹۹/۱۲ ، رقم الحديث :٦٨٣٩، صحيح الترغيب والترهيب:۲۵۲۲] (یہ روایت صحیح ہے)

اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول ﷺ سے ملاقات کیا تو ان کا ہاتھ میں نے پکڑ لیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے سب سے افضل عمل کی بابت بتایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''يَا عُقْبَةُ، صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَاَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ''

''اے عقبہ! اسے جوڑو جو تمہیں کاٹے، اسے دو جو تمہیں محروم کرے اور اس سے اعراض کرو جو تم پر ظلم کرے'' [مسند احمد :١٤٨/٤ ، رقم الحديث :١٧٣٣٤،المستدرك على الصحيحين للحاكم :١٧٨/٤ ، رقم الحديث :٧٢٨٥،تاريخ دمشق لإبن عساكر :٤٩٧/٤٠ ، صحيح الترغيب والترهيب :٢٥٣٦] (یہ روایت صحیح لغیرہ ہے)

☆ رشتے داروں کا دوسرا حق یہ ہے کہ ہم دعوت میں، صدقہ میں، نفقہ میں اور تحفے تحائف میں انہیں مقدم رکھیں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَسْـاَلُـونَكَ مَـاذَا يُـنْـفِقُونَ قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ﴾

''آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجیے جو مال تم خرچ کرو وہ ماں باپ کے لیے ہے اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے اور تم جو کچھ بھلائی کرو گے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے'' [البقرة :٢١٥]

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿كُتِبَ عَـلَيْـكُـمْ إِذَا حَـضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾

''تم پر فرض کر دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرنے لگے اور مال چھوڑ جاتا ہو تو اپنے ماں باپ اور قرابت داروں کے لیے اچھائی کے ساتھ وصیت کر جائے، پرہیز گاروں پر یہ حق اور ثابت ہے'' [البقرة :١٨٠]

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ، وَعَلَى ذِى الْقَرَابَةِ اثْنَتَانِ:صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ''

"مسکین کو صدقہ دینا (صرف) صدقہ ہے، اور رشتہ دار کو صدقہ دینا دو چیز ہے، پہلا صدقہ اور دوسری صلہ رحمی" [المجتبى للنسائى :٢٥٨٢، سنن إبن ماجة :١٨٤٤، مسنداحمد:١٨/٤، سنن الدارمى :٤٨٨/١ ، صحيح إبن حبان :١٣٢/٨ ، المعجم الكبير للطبرانى :٢٧٦/٦ ، المشكاة :١٩٣٩] (یہ روایت صحیح ہے)

اور اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے صحابہ کی تربیت میں اسی بات پر زور دیا ہے کہ وہ صدقہ و ہدیہ میں اپنے اقرباء کو مقدم رکھیں جیسا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

"كَانَ اَبُو طَلْحَةَ اَكْثَرَ الاَنْصَارِ بِالْمَدِينَةِ مَالًا مِنْ نَخْلٍ، وَكَانَ اَحَبُّ اَمْوَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَةَ الْمَسْجِدِ، وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ، قَالَ اَنَسٌ: فَلَمَّا اُنْزِلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: (لَنْ تَنَالُوا البِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ)(آل عمران: ٩٢) قَامَ اَبُو طَلْحَةَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَقُولُ: (لَنْ تَنَالُوا البِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) (آل عمران: ٩٢) وَإِنَّ اَحَبَّ اَمْوَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءَ ، وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلّٰهِ، اَرْجُو بِرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللّٰهِ، فَضَعْهَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ حَيْثُ اَرَاكَ اللّٰهُ، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بَخٍ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ، وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ، وَإِنِّي اَرَى اَنْ تَجْعَلَهَا فِي الاَقْرَبِينَ، فَقَالَ اَبُو طَلْحَةَ: اَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَقَسَمَهَا اَبُو طَلْحَةَ فِي اَقَارِبِهِ وَبَنِي عَمِّهِ"

"ابوطلحہ انصارِ مدینہ میں اپنے کھجور کے باغات کی وجہ سے سب سے زیادہ مالدار تھے اور اپنے باغات میں سب سے زیادہ پسند انہیں بیرحاء کا باغ تھا، یہ باغ مسجد نبوی کے بالکل سامنے تھا اور رسول اللہ ﷺ اس میں تشریف لے جایا کرتے اور اس کا میٹھا پانی پیا کرتے تھے، انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (لَنْ تَنَالُوا البِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ) (آل عمران:۹۲) "یعنی تم نیکی کو اس وقت تک نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو"، یہ سن کر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اس وقت تک نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک تم اپنی پیاری سے پیاری چیز نہ خرچ کرو اور مجھے بیرحاء کا باغ سب سے زیادہ پیارا ہے، اس لیے میں اسے اللہ تعالیٰ کے لیے خیرات کرتا ہوں، اس کی نیکی اور اس کے ذخیرہ آخرت ہونے کا امیدوار ہوں، اللہ کے حکم سے جہاں آپ ﷺ مناسب سمجھیں اسے استعمال کیجئے، راوی نے بیان کیا کہ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، خوب! یہ تو بڑا ہی آمدنی کا مال ہے، یہ تو بہت ہی نفع بخش ہے اور

جو بات تم نے کہی میں نے وہ سن لی اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اسے اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو دے ڈالو، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے اسے اپنے رشتہ داروں اور چچا کے لڑکوں کو دے دیا" [صحیح بخاری: ١٤٦١، صحیح مسلم: ٩٩٨]

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کا قریبی فقیر غیروں کے مقابلے اولیٰ ہے کیوں کہ یہ صدقہ اور صلہ رحمی ہے۔

اسی طرح جب میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے ایک لونڈی نبی کریم ﷺ سے اجازت لیے بغیر آزاد کردی پھر جب ان کی باری کے دن نبی کریم ﷺ ان کے گھر آئے تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے اپنی لونڈی آزاد کردیا ہے؟ فرمایا، کیا تم نے آزاد کردیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" اَمَا إِنَّکِ لَوْ اَعْطَيْتِهَا اَخْوَالَکِ کَانَ اَعْظَمَ لِاَجْرِکِ "

"اگر اس کے بجائے تم نے اپنے ننہیال والوں کو دی ہوتی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ ثواب ملتا" [صحیح بخاری: ٢٥٩٢، صحیح مسلم: ٩٩٩]

☆ رشتے داروں کا تیسرا حق یہ ہے کہ کچھ بھی ہوجائے لیکن ہم رشتے داروں سے الگ نہ ہوں کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَيْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِءِ، وَلَکِنِ الْوَاصِلُ الَّذِی إِذَا قُطِعَتْ رَحِمُهُ وَصَلَهَا "

"کسی کام کا بدلہ دینا صلہ رحمی نہیں ہے بلکہ صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ جب اس کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ نہ کیا جا رہا ہو تب بھی وہ صلہ رحمی کرے۔ [صحیح بخاری: ٥٩٩١]

اور ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

اَوْصَانِی خَلِيلِی صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اَصِلَ رَحِمِی وَإِنْ اَدْبَرَتْ "

"مجھے میرے خلیل ﷺ نے یہ وصیت کیا ہے کہ میں رشتے داروں سے جڑوں گو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہوں"

[المعجم الکبیر للطبرانی: ١٥٦/٢، شعب الإيمان للبيهقی: ٩٤/٦، مسندالبزار: ٣٨٣/٩، صحيح الترغيب والترهيب: ٢٥٢٥] (یہ روایت صحیح ہے)

اور عقبہ بن عامر کو آپ ﷺ نے کہا تھا:

”يَا عُقْبَةُ، صِلْ مَنْ قَطَعَكَ، وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَكَ، وَاَعْرِضْ عَمَّنْ ظَلَمَكَ“

”اے عقبہ! اسے جوڑو جو تمہیں کاٹے، اسے دو جو تمہیں محروم کرے اور اس سے اعراض کرو جو تم پر ظلم کرے“ (یہ روایت صحیح لغیرہ ہے، [مسند احمد: ۱۴۸/۴، رقم الحدیث: ۱۷۳۳۴، المستدرك على الصحيحين للحاكم: ۱۷۸/۴، رقم الحديث: ۷۲۸۵، تاريخ دمشق لإبن عساكر: ۴۹۷/۴۰، صحيح الترغيب والترهيب: ۲۵۳۶]

اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے قطع رحمی کو حرام قرار دیا ہے اور قطع رحمی سے ڈرایا اور قطع رحمی کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنایا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِى تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ﴾

”اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناتے توڑنے سے بھی بچو“ [النساء: ۱]

”وَالْاَرْحَامَ“ کا مفہوم بتاتے ہوئے مفسرین لکھتے ہیں: ”وَاتَّقُوا الْاَرْحَامَ اَنْ تَقْطَعُوهَا“ ”رشتے ناتے توڑنے سے بچو“ [تفسير القرطبي: ۲/۵، تفسير الطبرى: ۲۲۷/۴، تفسير إبن كثير: ۴۹۹/۱، جامع البيان: ۲۲۷/۴]

ایک اور جگہ فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ اَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِى الْاَرْضِ اُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ﴾

”اور جو اللہ کے عہد کو اس کی مضبوطی کے بعد توڑ دیتے ہیں اور جن چیزوں کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے انہیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، ان کے لیے لعنتیں ہیں اور ان کے لیے برا گھر ہے“ [الرعد: ۲۵]

اور فرمایا: ﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوا اَرْحَامَكُمْ. اُولٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰى اَبْصَارَهُمْ﴾

”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جن کی سماعت اور آنکھوں کی روشنی چھین لی ہے“ [محمد: ۲۲-۲۳]

اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ“

”قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا“ [صحيح بخارى: ۵۹۸۴، صحيح مسلم: ۲۵۵۶]

ایک اور جگہ فرمایا: ”وَإِنَّ هٰذِهِ الرَّحِمَ شِجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ، فَمَنْ قَطَعَهَا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ“

”یقیناً یہ رحم رحمٰن سے نکلی ہے، اس لیے جو اسے کاٹے گا اس پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا ہے“ (یہ روایت صحیح ہے، [مسند احمد: ۱۹۰/۱، مسند البزار: ۹۳/۴، مسند الشاشى: ۲۴۴/۱، المعجم الكبير للطبرانى: ۱۵۴/۱، شعب

الإيمان للبيهقي:٢٩٧/٥ ، صحيح الترغيب والترهيب :٢٥٣٨]

اورفرمایا:"ثَلَاثَةٌ لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ: مُدْمِنُ خَمْرٍ ، وَقَاطِعُ رَحِمٍ ، وَمُصَدِّقٌ بِالسِّحْرِ"

''تین طرح کے لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے(۱) شراب کو نچوڑنے والا (۲) رشتے ناتے کاٹنے والا (۳) اور جادو کی تصدیق کرنے والا''[مسند احمد :٣٩٩/٤ ، صحيح إبن حبان :٥٠٧/١٣ ، صحيح الترغيب والترهيب :٢٣٦٢] (یہ روایت حسن لغیرہ)

اورفرمایا:" إِنَّ اَعْمَالَ بَنِي آدَمَ تُعْرَضُ كُلَّ خَمِيسٍ لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ، فَلَا يُقْبَلُ عَمَلُ قَاطِعِ رَحِمٍ "

''بنی آدم کے اعمال ہر جمعرات کو جمعہ کی رات میں پیش کیے جاتے ہیں لہٰذا کسی بھی رشتہ توڑنے والے کا عمل قبول نہیں کیا جاتا ہے''[مسنداحمد :٤٨٣/٢ ، الادب المفرد:٦١، شعب الإيمان للبيهقي:٢٢٤/٦ ، صحيح الترغيب والترهيب :٢٥٣٨](یہ روایت حسن ہے)

قطع رحمی کے اسباب:

اللہ کے بندو! ایک انسان قطع رحمی کیوں کرتا ہے،اس کے چند اسباب ہیں مندرجہ ذیل سطور میں نقل کیا جارہا ہے، ان سے بچو!

۱۔ جہالت، کیوں کہ جاہل ہی قطع رحمی کرتا ہے۔

۲۔ بے دینی یا دین داری میں کمی۔

۳۔ دنیا کی محبت اور اس سے لگاؤ۔

۴۔ وراثت وغیرہ میں ظلم وجبر، بہت سے لوگوں نے رشتے داروں سے ظلم وجبر کی وجہ سے خود کو الگ کرلیا۔

۵۔ ازدواجی پریشانیاں بھی قطع رحمی کا سبب ہیں۔

اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو کیوں کہ اس دنیا سے تمہیں ایک دن جانا ہوگا اور اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونا ہوگا اور تم سے تمہارے رشتے داروں کی بابت سوال ہوگا، لہٰذا تم میں سے جو جانتا ہے کہ اسے اللہ کی طرف لوٹنا ہے، اسے اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونا ہے اور اسے اپنے رشتے داروں کی بابت جواب دینا ہے وہ آج ہی سے اس سوال کے جواب کی تیاری کرلے اور جان لو کہ جیسا تم کروگے ویسا پاؤگے۔

اے اللہ! مسلمانوں کو اپنے دین کی طرف لوٹادے۔آمین

☆☆☆

آن لائن کورس

"زوم ایپ"

پر

عوام الناس اور طلبہ کے لیے ایک اہم علمی کورس

زیر انتظام : اسلامک انفارمیشن سینٹر، ممبئی

امام بخاری - رحمۃ اللہ علیہ - کی مایہ ناز تصنیف

"الأدب المفـــرد"

کی شرح

مدرس : شیخ عبدالشکور بن عبدالحق مدنی / حفظہ اللہ

ان شاء اللہ : طلبہ کے لیے اس کورس سے اسلامی آداب، حقوق، اخلاق، فضائل اور بہت کچھ سیکھنے کا بہترین موقع

* کورس کا آغاز : 18/ ستمبر 2021 بروز سنیچر
* ہفتہ میں دو دن کلاس : سنیچر، اتوار صبح 11:30 سے 12:30
* کورس کی مدت : ایک سال
* آن لائن کلاس کی لنک کورس کے واٹساپ اور ٹیلی گرام گروپ میں شیئر کی جائے گی
* کورس مکمل ہونے پر iicou ویب سائٹ پر امتحان ہوگا اور سرٹیفیکیٹ بھی بذریعۂ ای میل بھیجا جائے گا
* کلاس اردو زبان میں ہوگی
* کورس کے نصاب میں شیخ البانی - رحمہ اللہ - کی کتاب "صحیح الادب المفرد" ہوگی، شرکت کرنے والے کلاس کے وقت یہ کتاب یا اس کا ترجمہ سامنے رکھیں

For addmission this course whatsApp Brother's : 829 1063 785 | Sister's : 704 5788 253

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

Gala No.6, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjhan-1, Pipe Road, Kurla (W), Phone : 8080807836

Andheri Bakery Compound, Opp. Surbhi Vada Pav, Andheri Station Road Jama Masjid, Andheri (W), Mobile : 8080801882

Shop No. 9, Yadav Nagar, Near Masjid Sirajul Uloom, Khairani Road, Sakinaka-72, Mobile : 7710007943

iic mumbai | mumbaiiic | mumbaiiic | iic mumbai official | iic mumbai

Total Pages 52
Date Of Publication : 1st Of Every Month
RNI No. : MAHURD/2011/49422/Postal Registration No. : MCE/281/2019-21
Posted On 4th And 5th Of Every Previous Month

Islamic Information Center
IIC-Mumbai ki

14 Saal Se
Regular Activity

Alhamdulillah Ab Online Zoom Par

Thursday Night
Conference

Ulma Ke Saath

Aaiye Deen Ki Bunyadey Seekhey ilm Ki Majlis Mein
Har Jumeraat (Thursday) Time : 9:30 pm To 10:15 pm

Whatsapp: +91 8291 0637 85

Islamic Information Centre
اسلامک انفارمیشن سینٹر
"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

iic mumbai · mumbaiiic · mumbaiiic
iic mumbai official · iic mumbai

If Undelivered Please Return To
Ahlus Sunnah

Islamic Information Centre
Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070
Phone : 8080807836, 8080801882

Book Post